بسم اللہ الرحمن الرحیم

دارالمؤلفین ٹیلیگرام چینل

ہر موضوع پر ذخیرۂ کتب کا عظیم مرکز

https://telegram.me/darulmuallifeen

دارالمؤلفین

Join & Share

نصیحت گوش کن جانا۔۔۔

خطابات بہ فضلائے جامعات

افادات

حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل، گجرات

ناشر

دار الحمد ریسرچ انسٹیٹیوٹ

سوداگرواڑہ، سورت، گجرات، ھند

نصیحت گوش کن جانا......

خطابات بہ فضلاءِ جامعات

افادات

حضرت اقدس مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیۃ
(شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل، گجرات)

ناشر

دارالحمد ریسرچ انسٹیٹیوٹ

سوداگرواڑہ، سورت، گجرات۔(الھند)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

تفصیلات

کتاب کا نام	:	نصیحت گوش کن جانا......
افادات	:	حضرت اقدس مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم
سن طباعت	:	صفر المظفر ۱۴۴۱ھ مطابق اکتوبر ۲۰۱۹ء
ناشر	:	دار الحمد ریسرچ انسٹیٹیوٹ، سورت۔

PUBLISHER:

DARUL HAMD RESEARCH INSTITUTE,

SODAGARWADA, SURAT.

+91 7016565842, 9173103824

darulhamd2017@gmail.com

ملنے کے پتے:

دار الحمد ریسرچ انسٹیٹیوٹ، سوداگر واڑہ، سورت	+919537860749
ادارۂ صدیق، ڈابھیل	+919904886188
مولانا بک ڈپو	+919228760716
مولانا عبد الاحد فلاحی	+916351991025
مولانا مصعب سورتی	+917041956899
مولانا عبید بن عبد الباسط منیار	+917405005501
مولانا عمار پالنپوری	+919974274707
دار العلوم سعادت دارین، ستپون	02642279588
جامعہ رحمانیہ، کھانبیا	+919033735914

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

فہرست مضامین

نمبرشمار	مضامین	صفحہ
❁	**ابتدائیہ**	۱۱

رخصت ہونے والے طلبہ سے کچھ باتیں

۱	کل کو جواب بھی دینا ہے	۱۵
۲	ہماری عبادات کی کیا اوقات؟	۱۶
۳	گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹادی	۱۷
۴	جوانی؛ کہاں کی پرانی؟	۱۸
۵	تصور کیجیے میدانِ حشر کا	۱۹
۶	سب سے بڑی گھبراہٹ	۲۰
۷	وہ نوجوان اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا ہے	۲۱
۸	علم پر کیا عمل کیا؟	۲۱
۹	جاؤ میں نے تمہاری مغفرت کردی	۲۲
۱۰	یہ بہت بڑا شرف ہے	۲۲
۱۱	کون مجھ سے یہ کلمات حاصل کرے گا؟	۲۳
۱۲	تب کوئی اور نہیں ہوتا تھا	۲۴
۱۳	خود عمل کرکے دوسروں تک پہنچانا	۲۵
۱۴	پہلا مقصد عمل، دوسرا تبلیغ	۲۵

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

۱۵	جاؤ! اوران کو سکھلاؤ	۲۶
۱۶	چوں عمل در تو نیست نادانی	۲۶
۱۷	یہ حضراتِ صحابہؓ کا مزاج تھا	۲۷
۱۸	صحبتِ اہل اللہ ضروری ہے	۲۸
۱۹	یہ عملی علم ہے	۲۸
۲۰	پڑھانا نہیں، سکھانا ہے	۲۹
۲۱	یہ بنیادی غلطی ہے	۳۰
۲۲	صرف عمل بھی کافی نہیں	۳۰
۲۳	ہمارا تو یہی کام ہے	۳۱
۲۴	راشن تو وہیں سے طے ہو گیا ہے	۳۲
۲۵	......تو کیا اللہ آپ کو بھوکا رکھے گا؟	۳۳
۲۶	علم میں لذت بھی ہے	۳۳
۲۷	خطرناک ذہنیت	۳۴
۲۸	میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ	۳۵
۲۹	تم کو اپنے خواب پر بڑا اعتماد ہے؟	۳۵
۳۰	......تو پوری دیوار سونے کی بن گئی	۳۶
۳۱	حضرت شاہ اسحاق صاحبؒ کی شانِ استغناء	۳۷
۳۲	......اب تو اشراف نہ رہا؟	۳۸
۳۳	نماز باجماعت کا اہتمام	۳۹

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

۳۴	اس سے زیادہ غم کی بات کیا ہوگی؟	۳۹
۳۵	تلاوت ودعا کا بھی اہتمام ہو	۴۰
۳۶	اوقات منضبط کیجیے	۴۱
۳۷	گھنٹہ بجا اور قدم درس گاہ میں	۴۱
۳۸	نمازِ تہجد بھی پڑھیے	۴۳
۳۹	......تو آپ کا مقام گر جائے گا	۴۴
۴۰	راسخ فی العلم کون؟	۴۵

سعادتِ علماء

۱	خوشی کے ساتھ ذمہ داری	۴۷
۲	شکر ادا نہیں کر سکتے	۴۸
۳	ناشکری کی راہ سے......	۴۹
۴	بھلا کیسے شکر ادا ہو؟	۴۹
۵	......تو اس نے حق شکر ادا کر دیا	۵۰
۶	کل کو نعمتوں کے متعلق سوال ہوگا	۵۰
۷	بھوک کی وجہ سے......	۵۱
۸	وارے نیارے ہو گئے	۵۱
۹	محبت تجھ کو آدابِ محبت خود سکھا دے گی	۵۲
۱۰	کبھی بھولے سے خیال نہیں آتا	۵۲
۱۱	یہ مزاج بدلنے کی ضرورت ہے	۵۳

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

۱۲	تین دفتر	۵۳
۱۳	تب جان میں جان آئے گی	۵۴
۱۴	پانچ سوال	۵۵
۱۵	جوانی دیوانی	۵٦
۱٦	سات قسمت وَر	۵٦
۱۷	پسینے کا سیلاب	۵۷
۱۸	اللہ تعالیٰ کے سایے میں	۵۸
۱۹	در جوانی توبہ کردن......	۵۸
۲۰	بس مال ملنا چاہیے	۵۹
۲۱	ایک غلط فہمی	٦۰
۲۲	چاہے بہتی نہر کے کنارے پر ہو	٦۰
۲۳	اسراف اور تبذیر میں فرق	٦۱
۲۴	بہت اونچا مقام	٦۱
۲۵	علم کے دو حق	٦۲
۲٦	ابو ہریرہؓ کثیر الروایات؛ کیوں؟	٦۳
۲۷	خود فراموشی	٦۴
۲۸	ہر ایک کا یہی مزاج تھا	٦۵
۲۹	یہ تو تربیت ہے	٦۵
۳۰	تبلیغ؛ اہم ذمہ داری	٦٦

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

۳۱	ان پر لعنت ہے	۶۷
۳۲	دعوت کے انتظار میں نہ رہیں	۶۸
۳۳	کام نہیں؛ اخلاص دیکھا جاتا ہے	۶۸
۳۴	کسی کا حوصلہ ہو تو آجائے!	۶۹
۳۵	مولانا حامد حسن صاحب کا استغناء	۷۰
۳۶	حضرت کو کیا منہ دکھاؤں گا	۷۱
۳۷	......تو مدرسے میں کیوں بھیجا؟	۷۲
۳۸	آپ تو یہ کہتے......	۷۳
۳۹	......تو آپ کو کتنا نوازا جائے گا؟	۷۳
۴۰	یہ درست نہیں ہے	۷۴
۴۱	اساتذہ سے وابستہ رہیے	۷۵
۴۲	عملی پہلو مضبوط بنائیے!	۷۵
۴۳	تنیئیس سال بعد تکبیرِ اولیٰ فوت ہوئی	۷۶
۴۴	......تو یہ تقریریں کسی کام کی نہیں	۷۶
۴۵	مخالفتوں سے بد دل نہ ہوں	۷۷
۴۶	تم نے غلط سنا	۷۸
۴۷	پیوستہ رہ شجر سے......	۷۸
۴۸	خود کو مستقل نہ سمجھیں	۷۹

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

الوداعی نصائح

۱	گہوارے سے قبر تک	۸۱
۲	مرتے مرتے پڑھنا......	۸۱
۳	یحییٰ بن معینؒ کا شوقِ علم	۸۲
۴	علم کی قدر	۸۳
۵	علم برائے عمل	۸۳
۶	......وہی علم نفع بخش	۸۴
۷	تہاونِ عمل کا نتیجہ	۸۵
۸	ذکراللہ کا اہتمام	۸۶
۹	ایک مقبول تسبیح پوری سلطنت سے بہتر	۸۶
۱۰	چوں عمل درتو نیست نادانی	۸۷
۱۱	اصلاح کی ابتدا اپنی ذات سے	۸۸
۱۲	صحبتِ شیخ	۸۸
۱۳	مسلسل صحبت آج کل بے فائدہ	۸۹
۱۴	پیوستہ رہ شجر سے......	۸۹
۱۵	ہمارا کام تو پڑھانا ہے......	۹۰
۱۶	یہ حب جاہ ہے......	۹۱
۱۷	حبِ جاہ؛ ایک فتنہ	۹۱
۱۸	اصلاح کی فکر	۹۲

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

۱۹	یہ زیادہ مناسب ہے	۹۲
۲۰	وقت کی پابندی	۹۳
۲۱	اللہ سے اپنی ضروریات کا سوال	۹۳
۲۲	رنجِ خود بہ کہ بارِ منتِ خلق	۹۴
۲۳	یہ تو کوئی حل نہیں ہے	۹۴
۲۴	مالداروں سے تعلق کی بنیاد	۹۵
۲۵	طلبہ کی خیرخواہی	۹۶
۲۶	تعبدی پہلو	۹۶
۲۷	یہ ملازمت نہیں، خدمت ہے	۹۷
۲۸	ہماری خدمت مکتب تک محدود نہیں	۹۸
۲۹	اپنی حالت کی نگرانی	۹۸
۳۰	کتابوں کی لائبریری	۹۹
۳۱	قراءت مسنونہ کا اہتمام	۹۹
۳۲	دینی شعبوں سے تعلق	۱۰۰

مصادر و مراجع ۱۰۱

فہرست مطبوعات ۱۰۳

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

تم شوق سے کالج میں پڑھو پارک میں پھولو
جائز ہے غباروں میں اڑو چرخ پہ جھولو
پر ایک سخن بندۂ عاجز کا رہے یاد
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

باسمہٖ تعالیٰ

ابتدائیہ

از دل خیزد، بر دل ریزد

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے ❁ پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند ❁ جوانانِ سعادت مند پندِ پیرِ دانا را

جامعاتِ اسلامیہ سے اپنا مقرر نصاب مکمل کرنے والا گروہ ملت کا کتنا قیمتی اور انمول سرمایہ ہے، اس کی ایک ادنیٰ جھلک تاریخِ اسلام کے ان زریں اوراق میں دیکھی جا سکتی ہے، جن کی ہر ہر سطر فرزندانِ مدارس کے کارناموں کی دستاویزی شہادت ہے۔

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ وارضاہ مدرسہ محمدیہ کے سب سے ممتاز اور مایۂ ناز فاضل تھے۔ ایسے بے مثال طریقے سے دامنِ نبوت سے وابستہ رہ کر تعلیم و تربیت کے مرحلے سے گذرے کہ حضرت محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ ہی میں کئی اہم مواقع کی تہوں میں صدیقِ جاں نثار کی عقل و دماغ کی کارفرمائی پوشیدہ رہی ۔ کتب حدیث و سیر کے طلبہ مثال کے محتاج نہیں ۔ پھر آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد تو عزیمت کا وہ جوش دکھایا کہ کبھی کبھی عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسا شعلۂ جوالہ بھی ماند پڑ جاتا تھا، کبھی فرمایا: أینقص الدین و أنا حي؟ معلوم نہیں کس اخلاص وقوت سے یہ جملہ فرمایا کہ آج تک ہزاروں انسانوں کے لیے یہ مہمیز کا کام دے رہا ہے۔ کبھی للکارا: أجبّار فی الجاھلیة وخوار في الإسلام؟

فتنۂ ارتداد کا وہ قلع قمع کیا کہ عربی ادب کے تاج میں ایک قیمتی ہیرا جڑ دیا: ”ردة ولا أبابکر لھا“ یہ تو ابتدا ہے، اس کے بعد پھر ایک طویل سلسلہ ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اقوامِ مدارس نے دنیا کو کیا جنت نشان سماج دیا کہ لوگوں کے لیے سانس لینا ممکن بنا، ورنہ بد طینت،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

شریر، جینا دوبھر کردیتے۔

ادھر کچھ بھولے بھالے احوالِ عالم سے تو کجا، اپنے ماحول سے بے خبر ایسے بھی ہیں جو نونہالانِ امت کو ایک مدِّ فضول گردان کر اسلامی درس گاہوں پر ہی لعن طعن کرنے لگ جاتے ہیں۔ یہ دینی قلعے اور ان کا فوجی دستہ نہ ہوتا تو معلوم نہیں ظالم دہشت گرد کب کے لقمۂ تر سمجھ کر ان کو نگل گئے ہوتے۔ آج آپ آزاد فضا میں سکون کی سانس لے رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے اپنی حیاتِ مستعار میں لطف اندوز ہو رہے ہیں، حلال تجارت کر پا رہے ہیں، آپ کی اولاد آپ کی خدمت کر رہی ہے، والدین آپ پر پیار و دُلار کی برسات کر رہے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب بالواسطہ یا بلاواسطہ دَین ہے وارثینِ انبیا اور اسلامی جامعات کی۔

اس کی نسلِ نو یا فصلِ تازہ کی تراش و خراش اور اس کی نگہداشت بڑا احساس موضوع ہے، اگر یہ کام بروقت نہ کیا جائے تو اس کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اور کر لیا جائے تو اس کی افادیت اور نافعیت اضعافاً مضاعفۃ ہو سکتی ہے۔

اس مجموعے کا مواد ورق ورق نہیں بلکہ حرف حرف دَرَخشاں کا مصداق ہے، اور نہ صرف نسلِ نو کے لیے، بلکہ شرابِ کہنہ کے لیے بھی تابندگی و درخشندگی کا سامان ہے۔ اسی احساس کے پیشِ نظر ادارہ اس کی نشر و اشاعت کی سعادت سے بہرہ ور ہو رہا ہے۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

مرشدی و معلمی حضرت اقدس دام مجدھم کو رب ذو الجلال نے قولاً و فعلاً تربیت کے نایاب یا کم یاب سلیقے سے نواز رکھا ہے۔ جس سے استفادہ کر کے ہزاروں کی ایک کھیپ تیار ہو کر حضرت کے مشن کو کامیابی سے آگے بڑھا رہی ہے۔ اس مجموعے سے استفاضہ کرنے والوں کے بارے میں بھی یہی توقعات و نیک خواہشات ہیں۔

سالِ گذشتہ دار العلوم سعادتِ دارین، ستپون و جامعہ رحمانیہ، کھانبیا، عالی پور کے سالانہ جلسوں، نیز دار الحدیث، ڈابھیل میں آخری دِن کے خطابات یہاں دسترخوان پر آپ کے لیے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

چنے جا رہے ہیں۔

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے	کلوا مما رزقکم اللہ حلالاً طیباً

شکر گزار ہوں حضرت اقدس مدظلہم کا کہ اس کی اشاعت کی اجازت مرحمت فرمائی۔ در اصل حضرت سے سچی عقیدت کا تقاضا یہی ہے کہ آپ کی منشا کو سمجھ کر اپنی زندگی کو اسی کے مطابق ڈھالیں۔ اور نصائح کو تو حرز جان بنا لیں، دانتوں سے مضبوط پکڑ لیں، اور ان پر فوری عمل شروع کر دیں کہ اسی میں ہماری خیر، صلاح اور فلاح و بہبود مضمر ہے۔

اس مجموعے میں حضرت نے طلبہ کو کچھ کام کرنے اور نہ کرنے کے بتائے ہیں۔ یہاں سہولت کے لیے اجمالی فہرست پیشِ خدمت ہے۔

کرنے کے کام	بچنے کے کام
نعمتوں کی قدردانی	ناشکری
جوانی کی شکرگزاری	علم سے بے رخی
میدانِ حشر کی تیاری	تہاونِ عملی
علم پر جامۂ عملی (عمل اور تبلیغ)	حبِ جاہی و مالی
صحبتِ ولی	خود فراموشی
شانِ استغنائی	بیرون کی دیوانگی
پہلوئے تعبدی (نماز، تلاوت، دعا، ذکر وغیرہ کا اہتمام)	دنیا طلبی
اوقات کی پابندی	مخالفین سے بددلی و مایوسی
شب زندہ داری	مستقل بالذات بن جانا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

خوش اخلاقی	اپنے بڑوں سے بے نیازی
تواضع وانکساری	کتمانِ علم
مجاہدہ	فضول خرچی
سنتوں کی پیروی	ترک تبلیغ
اساتذہ سے وابستگی	روزی کی فکر
اپنی اصلاح کی فکر	بڑی کتابوں کی لالچ
طلبہ کی خیر خواہی	اشراف
ملازمتِ کتب بینی	اسراف
دینی شعبوں سے وارفتگی	تبذیر
صبر وشکیبائی	....
خلوص وللّٰہیت	....

شکریہ و نوازش بھائی قاری عبدالحنان ، مولانا انور پارکھیتی، مولانا داود میمن ، مولانا عبدالاحد فلاحی، مولانا حارث سیرانی وغیرہ صاحبان کی کہ فراہمی مواد سے لے کر تخریج تک کے جملہ مراحل اِن حضرات کی بہ دولت پار ہوئے۔ فجزاكم الله خيراً وبارك فيكم.

آپ کی آراء واصلاحات کا منتظر

طاہر سورتی

۹ر محرم الحرام ۱۴۴۱ھ

۹ر ستمبر ۲۰۱۹ء، شنبہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

رخصت ہونے والے طلبہ سے کچھ باتیں

بہ موقع سالانہ اجلاس جامعہ رحمانیہ، کھامبیا

(مؤرخہ ۴/شعبان ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۰/اپریل ۲۰۱۹ء)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله رب العٰلمين، والصلاة والسلام على سيد الأنبياء و المرسلين، سيدنا ونبينا وحبيبنا وشفيعنا محمد و آله وأصحابه أجمعين. أما بعد:

فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم.

ثُمَّ لَتُسۡـَٔلُنَّ يَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِيۡمِ ﴿۸﴾ (التكاثر:۸)

کل کو جواب بھی دینا ہے:

وعن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وآله وسلم: لا تزول قدم ابن آدم يوم القيامة من عند ربه حتى يسأل عن خمس عن عمره فيم أفناه، وعن شبابه فيم أبلاه، وماله من أين اكتسبه وفيم أنفقه، وماذا عمل فيما علم.[۱]

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہم سب کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔اس کی نعمتوں کا سلسلہ ہر آن، ہر گھڑی، ہر لمحہ بارش کی طرح ہم پر برستا رہتا ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں سے خوب فائدہ بھی اٹھاتے رہتے ہیں؛ لیکن کبھی بھولے سے یہ خیال نہیں آتا کہ یہ نعمتیں جن کو ہم برت رہے ہیں، جن سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، ہم استعمال کر رہے ہیں، کل کو ان

(۱) سنن الترمذي (۲۴۱۶).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کے متعلق ہم کو جواب بھی دینا ہے۔قرآن پاک میں باری تعالیٰ نے صاف طور پر فرمادیا: ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ (التکاثر:٨) (قیامت کے روز تم سے اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا)۔

ہماری عبادات کی کیا اوقات؟:

ایک حدیث میں ہے کہ بندے کو جب حساب کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جائے گا، تو اس کے ساتھ تین دفتر ہوں گے:

(١) ایک رجسٹر میں اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا تذکرہ ہوگا، جو زندگی بھر؛ پیدا ہونے سے لے کر موت تک اس نے استعمال کیں۔

(٢) دوسرے رجسٹر میں اس کے گناہوں کا تذکرہ ہوگا۔

(٣) تیسرے رجسٹر میں اس نے اللہ تعالیٰ کی جو عبادت کی ہوگی، اس کا تذکرہ ہوگا۔

جب اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور پیش ہوگا، تو نعمتوں کے رجسٹر میں جو سب سے چھوٹی نعمت ہوگی، اس سے متعلق اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اس کی عبادات سے تو اپنی قیمت وصول کرلے۔ وہ آگے بڑھے گی اور اس کی ساری عبادتوں کو سمیٹ کر ایک طرف کھڑی ہو جائے گی۔ باری تعالیٰ پوچھیں گے کہ کیا بات ہے؟ کیا ہوا؟ وہ عرض کرے گی کہ میں نے اس کی ساری عبادتیں لے لیں، پھر بھی میری قیمت وصول نہیں ہوئی۔ بندہ یہ منظر دیکھ کر گھبرا جائے گا، کہ اب کیا ہوگا؟ لیکن اللہ تعالیٰ جس پر اپنا فضل کرنا چاہیں گے اس سے فرمائیں گے کہ میں تجھ سے تیری ان نعمتوں کا حساب نہیں لیتا، اور تیرے گناہوں کو معاف کرتا ہوں۔[١]

---

(١) الآثار لأبي يوسف (١/٢٠٤ [٩١٥]) و مسند البزار (١٣/٩٩ [٦٤٦٢]) و المجالسة وجواهر العلم للدينوري المالكي (١/٢٩١ [٥]) ومسند أبي حنيفة رواية أبي نعيم (١/٢٠٢) والترغيب والترهيب للمنذري (٥٤٤٩) (ت. إبراهيم شمس الدين).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

تو حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر ہر نعمت، چھوٹی سے چھوٹی نعمت ایسی ہے کہ ہماری اور آپ کی زندگی بھر کی طاعات اور عبادات اس کی قیمت ادا نہیں کرسکتی۔ بس! ہم اس کا اہتمام کریں کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طاعت، فرماں برداری اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع و پیروی کا اہتمام کریں، اپنے آپ کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی نافرمانی اور ہر چھوٹی بڑی معصیت سے بچانے کا اہتمام کریں۔ اللہ تعالیٰ رحمت کا معاملہ فرمائیں گے۔

گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹادی:

ابھی میں نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی ایک روایت آپ کے سامنے پیش کی ہے، جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز انسان کے قدم اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور سے اس وقت تک ہٹ نہیں پائیں گے جب تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال کرلیا جائے۔

(ا) پہلا سوال زندگی کے متعلق ہوگا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے زندگی جیسی قیمتی اور اونچی نعمت عطا فرمائی، جو ساری ہی نعمتوں کی جڑ اور بنیاد ہے- اس لیے کہ یہ ساری نعمتیں جو ہمیں ملی ہیں، اس زندگی ہی کی وجہ سے ہم ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور استعمال کررہے ہیں- اس کو کہاں ختم کیا؟ پیدا ہونے سے لے کر موت تک کا جو زمانہ ہے، ہم تو یوں سمجھتے ہیں کہ بس! ذرا سی آنکھ بند ہوئی اور ہماری زندگی پوری ہوگئی۔ ویسے زندگی تو ہے بھی ایسی کہ وہ گذرتی جارہی ہے، ہم کچھ کریں یا نہ کریں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

ہو رہی ہے عمر مثل برف کم   چپکے چپکے رفتہ رفتہ دم بہ دم

یہ ہماری زندگی برف کی طرح پگھلتی جارہی ہے، کم ہوتی جارہی ہے، اور ہمیں اس کا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

پتہ بھی نہیں چل رہا ہے۔ ہمارے حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنیؒ اپنی مجالس میں کبھی کبھی یہ شعر بڑی لَے کے ساتھ پڑھا کرتے تھے:

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹادی

جو گھنٹے (ٹکورے) والی گھڑی ہوتی ہے، جہاں دو بجے تو دو گھنٹے بجیں گے، تین بجے تو تین گھنٹے بجیں گے۔ تو شاعر کہہ رہا ہے کہ یہ گھنٹے والی گھڑی یہ بتا رہی ہے کہ آسمان نے تقدیر نے تمہاری زندگی کا ایک حصہ کم کر دیا۔ ہمارے حضرت شیخؒ فرمایا کرتے تھے کہ گھڑی کے اندر سے جو آواز آتی ہے، ایک – دو – تین – چار والی، تو غور کرنے سے ایسا معلوم ہوگا کہ وہ یوں کہہ رہی ہے "گھٹادی۔۔۔ گھٹادی۔۔۔ گھٹادی۔۔۔" ویسے بھی اس طرح کی جو مبہم آوازیں ہوتی ہیں، آدمی ان کو اپنے من سے جس چیز پر فٹ کرنا چاہے، فٹ کر سکتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ زندگی ساری نعمتوں کی جڑ اور بنیاد ہے۔ اس کے متعلق سوال ہوگا۔

ہم تو بے دردی سے اسے استعمال کر رہے ہیں اور ختم کر رہے ہیں؛ لیکن کبھی بھولے سے بھی خیال نہیں آتا کہ اس کے متعلق بھی ہم کو جواب دینا ہے۔ ہم کو کسی نے چند روپے دیے ہوں، تو اس کا حساب دینا مشکل ہو جاتا ہے۔ اتنی بڑی زندگی کا حساب کل کو اللہ تعالیٰ کو دینا ہے، اور اس زندگی کا سب سے عمدہ حصہ یعنی جوانی کے متعلق بھی سوال کیا جائے گا۔

جوانی؛ کہاں کی پرانی؟:

جوانی بھی زندگی ہی کا ایک حصہ ہے، جب زندگی کے متعلق سوال کیا جائے گا تو جوانی بھی اس میں شامل ہے؛ لیکن چوں کہ جوانی زندگی کا سب سے عمدہ، سب سے بہترین اور سب سے اعلیٰ حصہ ہے، اس لیے اس کے متعلق سوال الگ ہوگا۔ جیسے کسی باپ نے اپنے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

بیٹے کو بہت کچھ دیا ہو، فلاں زمین دی، فلاں مکان دیا، فلاں جائیداد، دکان، فیکٹری دی؛ لیکن ان سب میں ایک زمین سب سے اعلیٰ تھی، ساری دنیا کی نگاہیں اس پر لگی ہوئی تھیں، وہ بھی باپ نے بیٹے کو دی، تو جب باپ سوال کرے گا تو سب چیزوں کے متعلق سوال کرے گا اور اس زمین کے متعلق الگ سے سوال کرے گا، کہ یہ تو سب سے عمدہ، سب سے اعلیٰ تھی، ساری دنیا تمنا کر رہی تھی کہ یہ ہمیں ملے، وہ ہم نے تجھے دی تھی تو تم نے اس کو کہاں استعمال کیا؟

جوانی کے زمانے میں آدمی کی ساری صلاحیتیں، ساری قوتیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جسم میں دیا گیا ہے، وہ سب اعلیٰ پیمانے پر ہوا کرتا ہے۔ ان ساری صلاحیتوں کو تم نے کہاں پرانا کیا؟ کہاں استعمال کیا؟ کہاں لگایا؟ اسی لیے وہ نوجوان جو اپنی جوانی کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری میں استعمال کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کو بڑا محبوب اور لاڈلا ہوتا ہے۔

تصور کیجیے میدانِ حشر کا:

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: سَبۡعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهٖ يَوۡمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّه (سات آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اپنے مخصوص سایے میں اس وقت جگہ دے گا جب اللہ کے پیدا کیے ہوئے اس سایے کے علاوہ اور کوئی سایہ نہیں ہوگا)۔[۱]

ذرا تصور کیجیے میدانِ حشر کا! کہ سورج ایک میل کی اونچائی پر ہوگا۔ اِس وقت سورج ہماری زمین سے ۹؍کروڑ ۳۳؍لاکھ میل دور ہے، اتنا دور ہونے کے باوجود گرمی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ ہم سے برداشت نہیں ہوتا۔ گرمی سے بچاؤ کے سارے اسباب ہم نے اختیار کر

---

(۱) صحيح البخاري (٦٦٠، ١٤٢٣، ٦٨٠٦).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

رکھے ہیں، کپڑے پہنے ہوئے ہیں، پنکھے چل رہے ہیں، ایئر کنڈیشن چل رہا ہے، گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں، تب بھی ہم سے گرمی برداشت نہیں ہوتی وہاں کیا حال ہوگا؟ کھلا میدان، وہ بھی کیسا؟ اور ہمارا حال کیسا؟ قرآن میں باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: كَمَا بَدَأْنَآ أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهٗ (الانبیاء: ۱۰۴) سب سے پہلے جس طرح ہم نے تم کو پیدا کیا تھا۔ اپنی ماں کے پیٹ سے جب تم دنیا میں آئے تھے، کپڑے پہن کر نہیں آئے، بلکہ برہنہ جسم، برہنہ پا۔ بخاری شریف کی روایت ہے، حضور ﷺ فرماتے ہیں: حفاةً عراةً غرلاً (ننگے بدن، ننگے پاؤں اور بغیر ختنہ کیے ہوئے)[۱] جیسا کہ بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے، قبر سے تمام انسان اسی طرح ننگے بدن، ننگے پاؤں اٹھائے جائیں گے۔ جسم پر کپڑا بھی نہیں ہوگا۔ وہاں سورج کا یہ حال!!! اور ایسی گرمی میں کیا حال ہوگا؟

سب سے بڑی گھبراہٹ:

حضور ﷺ نے فرمایا: لوگ اپنے گناہوں کے مطابق پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے، کوئی ٹخنے تک، کوئی گھٹنے تک، کوئی کمر تک، کوئی منہ تک پسینے میں ہوگا، گویا منہ پر لگام لگی ہوئی ہے۔[۲] روایات میں ہے کہ پسینہ نکلنے کے بعد ستر (۷۰) ہاتھ تو وہ پسینہ اندر جذب ہوگا۔ اس حالت میں لوگ اپنے پسینوں میں تیر رہے ہوں گے۔[۳] کیا پریشانی کا عالم ہوگا؟ اس کو قرآن نے اَلْفَزَعُ الْاَكْبَرُ (الانبیاء: ۱۰۳) (سب سے بڑی گھبراہٹ) کہا ہے۔ دنیا میں ایسی بڑی گھبراہٹ کسی نے کبھی نہیں دیکھی ہوگی۔

---

(۱) صحيح البخاري (۳۳۴۹، ۳۴۴۷، ۴۶۲۵، ۴۷۴۰، ۶۵۲۶).

(۲) صحيح مسلم (۶۲/ ۲۸۶۴).

(۳) صحيح البخاري (۶۵۳۲).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اس دن اگر سکون مل سکتا ہے تو اللہ کے اسی مخصوص سایے میں مل سکتا ہے۔ وہ سایہ کس کو ملے گا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ سات آدمی ایسے ہیں، جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ اس وقت اپنے سایے میں جگہ دے گا جس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔

وہ نوجوان اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا ہے:

ان میں ایک ہے: شاب نشأ في عبادة الله (وہ نوجوان جس کی نشو نما اور اٹھان اللہ کی عبادت اور فرماں برداری میں ہوئی ہو) وہ نوجوان جس نے اپنی جوانی میں اللہ کی نافرمانی نہ کی ہو، وہ اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا ہے۔ (خطبے میں تخریج گذر چکی)۔

تو ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہم اپنی اولاد کی اس طرح تربیت کریں کہ ہمارے بچے اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرماں بردار اور گناہوں سے بچنے والے ہوں؛ تاکہ ان پر یہ بات صادق آئے کہ وہ ایسا نوجوان ہو جس کی نشو نما اللہ کی عبادت میں ہوئی ہے۔

علم پر کیا عمل کیا؟:

دو سوال مال کے متعلق ہوں گے: وعن ماله من أين اكتسبه وفيم أنفقه؟ (کہاں سے کمایا؟ اور کہاں خرچ کیا؟) (خطبے میں تخریج گذر چکی)۔

آخری سوال ہوگا: ماذا عمل فيما علم؟ (جو علم حاصل کیا اس علم پر آپ نے کیا عمل کیا؟) آج ہمارے یہ نوجوان، عزیز طلبہ یہاں سے علم کا ایک مخصوص نصاب مکمل کر کے جا رہے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو سعادت عطا فرمائی کہ وہ یہاں علم حاصل کرنے کے لیے آئے۔ کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم کی دولت سے نوازا جانا یہ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کا بہت بڑا کرم اور احسان ہے۔ قرآن میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا (البقرة:۲۶۹) (جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے علم دین دیا جاتا ہے، اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی خیر عطا کی گئی) امام شافعیؒ نے حکمت کی تعریف سنت سے کی ہے۔[۱] سنت کے علوم جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے دیے گئے، اس کو خیر کثیر عطا ہوئی۔ قرآن میں باری تعالیٰ فرماتے ہیں: ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا (فاطر:۳۲) (پھر ہم نے کتاب (قرآن وحدیث کے علوم) کا وارث بنایا اپنے ان بندوں کو جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے چنا) گویا ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے چن کر اپنے دین کا علم حاصل کرنے کے لیے یہاں جمع فرمایا۔

جاؤ! میں نے تمہاری مغفرت کردی:

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ میدان محشر میں حضرات علماء کو ایک ممتاز مقام پر جمع فرمائیں گے اور اس کے بعد ارشاد فرمائیں گے: میں نے اپنا علم تمہارے قلوب میں اس لیے نہیں رکھا تھا کہ تمہیں عذاب دوں۔ جاؤ! میں نے تمہاری مغفرت کردی۔[۲] یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی امانت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس امانت کے لیے منتخب فرمایا، یہ عظیم نعمت اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی۔

یہ بہت بڑا اشرف ہے:

لفظ اصطفیٰ کا معنی ہے کسی کو کسی چیز کے لیے چن لینا، منتخب کرنا۔ حضرت مفتی محمد

---

(۱) تفسیر الامام الشافعی میں متعدد جگہوں پر حکمت کی تعریف سنت سے کی گئی ہے۔ (تفسیر الامام الشافعی: ۱/ ۲۲۴، ۲۴۱، ۲۳۲، ۴۳۲، ۴۹۶ وغیرہ)۔

(۲) المعجم الأوسط (۴۲۶۴).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس لفظ کو حضرات انبیا اور ملائکہ کے لیے استعمال فرمایا ہے:

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ (آل عمران: ۳۳)

(اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم، حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کے گھرانے کو اور حضرت عمران کے گھرانے کو دوسرے لوگوں کے مقابلے میں چن لیا)

اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ (الحج: ۷۵)

(اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے بھی ایسے لوگوں کا انتخاب کرتے ہیں جو اللہ کا پیغام دوسرے بندوں تک پہنچانے کا کام کریں)۔

لفظ اصطفٰی اصل تو حضرات انبیاء اور حضرات ملائکہ کے لیے استعمال فرمایا ہے۔ وہ ملائکہ جو اللہ کا پیغام نبیوں تک پہنچانے کا کام کرتے ہیں، ان کے لیے استعمال کیا۔ اسی لفظ کو اللہ تعالیٰ نے اس امت کے علماء کے لیے استعمال کیا۔ یہ بہت بڑا شرف ہے، بہت بڑا مقام اور بہت بڑی بزرگی ہے جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔

کون مجھ سے یہ کلمات حاصل کرے گا؟:

اب اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا حق ہم کس طرح ادا کریں گے؟ ویسے تو علم کے متعلق سوال ہوگا کہ اس علم پر کیا عمل کیا؟ دیکھو! علم کی نسبت سے دو حق تو ہر آدمی پر لازم ہوتے ہیں: (۱) عمل کرنا۔ چناں چہ اسی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ تم نے اس پر کیا عمل کیا؟ (تخریج خطبے میں گذر چکی)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث آپ نے ترمذی شریف میں پڑھی ہوگی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ مسجد نبوی میں موجود تھے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اکیلے ہی ہوں گے۔اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کہیں کہ من يأخذ عني هؤلاء الكلمات فيعمل بهن أو يعلم من يعمل بهن۔[1] اور جو موجود ہوں ان میں سے صرف ایک آدمی آگے بڑھے!!! ایسا نہیں ہوسکتا۔صحابہؓ کی جو شان اور مزاج تھا اس کا تقاضہ تو یہ تھا کہ وہاں موجود سب لوگ جواب دیں۔جب ایک استاذ اپنے شاگرد سے پوچھتا ہے کہ میرے سوال کا کون جواب دے گا؟ تو سب بچے کہتے ہیں کہ میں دوں گا، میں دوں گا۔تو صحابہؓ جن کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عشق کا تعلق تھا بھلا! ان میں سے کوئی ایک ہی کیسے کہہ سکتا ہے۔بہر حال! اگرچہ حضرت ابوہریرہؓ نے حدیث میں اس کی صراحت نہیں کی کہ میں اکیلا تھا؛ لیکن روایت کا انداز یہ بتلاتا ہے۔

تب کوئی اور نہیں ہوتا تھا:

اس لیے کہ بہت سی مرتبہ حضرت ابوہریرہؓ اکیلے ہی ہوتے تھے۔بخاری شریف کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہؓ کو بات پہنچی کہ لوگ یوں کہتے ہیں: ابوہریرہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو نقل کرنے کے معاملے میں بہت کثرت اور زیادتی سے کام لیتے ہیں۔جب ان کو پتا چلا تو ایک موقع پر اس کے جواب میں فرمایا: دیکھو! میرے مہاجرین بھائی تو تجارت پیشہ تھے، وہ اپنے کاروبار میں مشغول رہتے تھے۔میرے انصار بھائی زراعت پیشہ تھے، کسان تھے، کھیتی باڑی والے تھے، وہ اپنی کھیتی باڑی میں مشغول رہتے تھے۔ ابوہریرہ خالی پیٹ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چوبیس گھنٹے پڑا رہتا تھا۔اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

(۱) سنن الترمذي (۲۳۰۵).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

جب کوئی بات ارشاد فرماتے تھے، تو وہاں میں ہی ہوتا تھا، اور کوئی نہیں ہوتا تھا۔ چناں چہ ایک موقع پر ایسا ہی ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آج جو میری بات سنتے وقت اپنی چادر پھیلائے، پھر اس کو اپنے سینے سے ملالے تو جو کچھ سنے گا آئندہ اس کو یاد رہے گا۔ بخاری شریف میں یہ واقعہ موجود ہے، وہاں بھی حضرت ابوہریرہؓ اکیلے ہی تھے، اور کوئی نہیں تھا۔ چناں چہ انہوں نے ایسا کیا، اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خود فرماتے ہیں کہ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میں نے جو کچھ سنا کبھی نہیں بھولا۔[۱]

خود عمل کر کے دوسروں تک پہنچانا:

الغرض! حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: من یأخذ عني هؤلاء الكلمات فيعمل بهن أو يعلم من يعمل بهن (کون ہے جو ان کلمات کو مجھ سے حاصل کرے اور ان پر عمل کرے یا کسی ایسے آدمی کو سکھائے جو ان پر عمل کرنے والا ہو) دیکھو! یہاں اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم حاصل کرنے کا پہلا حق "خود عمل کرنا" بتلایا۔ اس کے بعد دوسرا حق "دوسروں تک پہنچانا" ہے۔

پہلا مقصد عمل، دوسرا تبلیغ:

وفد عبد القیس کی روایت بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ابوجمرہ نقل کرتے ہیں کہ قبیلۂ عبد القیس کا وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، حرمت والے مہینے میں پہنچا تھا، اُس زمانے میں مکہ مکرمہ فتح نہیں ہوا تھا؛ بلکہ یہ ۵ھ کا واقعہ ہے، تو انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم جہاں رہتے ہیں (یعنی بحرین) وہاں سے

---

(۱) صحيح البخاري (۷۳۵۴).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

مدینہ آنے جانے میں قریشِ مکہ کا علاقہ پڑتا ہے،اور قریش اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں؛اس لیے ہم جب چاہیں آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتے۔ہاں! حرمت والے مہینے میں کوئی کسی کو چھیڑتا نہیں ہے، یہ بھی نہیں چھیڑتے،ان دنوں میں ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں۔ابھی بھی ہم شہر حرام کی وجہ سے آئے ہیں۔اس لیے آپ ہم کو ایسی دوٹوک باتیں بتلا دیجیے کہ جن پر عمل کر کے ہم جنت میں داخل ہو جائیں۔اور دوسرے درجے پر ہم وہ باتیں ان لوگوں کو بتلائیں جن کو ہم اپنے پیچھے چھوڑ کر آئے ہیں۔[1] یہاں پر بھی پہلا مقصد عمل ہے،اور دوسرا مقصد دوسروں کو پہنچانا ہے۔

جاؤ! اور ان کو سکھلاؤ:

حضرت مالک بن حُویرِثؓ کی روایت میں بھی یہی ہے:وہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے ساتھیوں کے ساتھ آئے۔بیس روز نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں رہے،نو جوان تھے۔ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بڑے شفیق اور نرم دل تھے۔کچھ دنوں کے بعد آپ ﷺ نے محسوس کیا کہ ان کو گھر یاد آرہا ہے،تو حضور ﷺ نے ان سے پوچھا کہ گھر کس کو چھوڑ کر آئے ہو؟ انہوں نے بتلایا۔پھر حضور ﷺ نے فرمایا:اچھا!تم نے بہت کچھ سیکھ لیا،جاؤ!اور ان کو سکھلاؤ۔......[2] کہنے کا حاصل یہ ہے کہ پہلا درجہ عمل کا ہے،اس کی بڑی تاکید آئی ہے۔

چوں عمل در تو نیست نادانی:

آپ نے گلستاں میں پڑھا ہوگا۔ ؎

---

(۱) صحیح البخاري (۵۳، ۸۷، ۵۲۳ وغیرها).

(۲) صحیح البخاري (۶۲۸، ۶۸۵، ۲۰۰۸، ۷۲۴۶).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

علم چنداں کہ بیشتر خوانی چوں عمل درتو نیست نادانی
نہ محقق بود نہ دانش مند چار پایہ برو کتابے چند
آں تہی مغز را چہ علم و خبر کہ برا و ہیزم است یا دفتر

تم کتنا ہی علم پڑھ لو، اگر تمہارے اندر عمل نہیں ہے تو تم جاہل و نادان ہو۔ آج کل کمپیوٹر کی سی ڈی ہوتی ہے۔ ایک ایک سی ڈی میں ہزاروں کتابیں ہوتی ہیں۔ کیا اس سی ڈی کو ہم علامہ اور عالم کہیں گے؟ نہیں! حالاں کہ ہمارے کتب خانے میں جتنی کتابیں ہوتی ہیں، اس سے زیادہ کتابیں اس میں محفوظ ہیں۔ یہ بھی چوپائے کی طرح ہو گیا، آپ نے کسی چوپائے پر کتابیں لاد دیں تو وہ چوپایہ کوئی محقق، دانشور اور علامہ نہیں بنتا ہے۔ اصل چیز تو عمل ہے۔ اسی کا اہتمام کرنا ہے۔

یہ حضرات صحابہؓ کا مزاج تھا:

حضرات صحابہؓ کا مزاج یہ تھا کہ ایک بات بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے سنی تو اسی کو زندگی بھر پلے باندھ لیا، کبھی بھی اس کے خلاف نہیں کیا۔ چناں چہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا کہ وأبي وأبي کہہ رہے ہیں، اپنے باپ کی قسم کھا رہے ہیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً ٹوکا کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم نہیں کھائی جا سکتی۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد کبھی بھی میں نے قصداً یا بلا قصد غیر اللہ کی قسم نہیں کھائی۔[1] یہ حضرات صحابہؓ کا مزاج تھا، کہ ایک بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے سن لی وہ ان کی زندگی کا حصہ بن گئی۔

---

(۱) مسند أحمد (۴۵۴۸، ۴۵۹۳) وسنن الترمذي (۱۵۳۳، ۱۵۳۵) وسنن النسائي (۳۷۶۶) وغيرها.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

صحبتِ اہل اللہ ضروری ہے:

دیکھو! طلب علمی کے زمانے میں آپ نے بہت غفلتیں برتیں، شیطان نے آپ کو بہت دھوکہ دیا کہ ابھی عمل کی کیا جلدی ہے؟ ابھی تو طلب علمی کا زمانہ ہے۔ حالاں کہ یہ بھی بہت بڑا دھوکہ تھا، بہت بڑی غلطی تھی، جس میں مبتلا رہے؛ لیکن اب جب یہاں سے جا رہے ہیں تو اپنے آپ کو اس سے نکالنے کی ضرورت ہے۔ اپنی زندگی کو اپنے علم کے مطابق ڈھالنے کی اور اس علم کے مطابق بنانے کی کوشش کرو۔

اس کے لیے ضروری ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کی صحبت میں رہو۔ حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں: آپ نے ۹، ۱۰/ سال علم حاصل کیا تو ۹/ مہینے اللہ کے کسی نیک بندے کی صحبت میں مسلسل رہو، تو اس سے آپ کی زندگی میں ایک عظیم انقلاب آجائے گا۔ اب کوئی وقت دینے کے لیے تیار نہیں۔

یہ عملی علم ہے:

علم دو قسم کا ہوتا ہے:

(۱) نظریاتی: جو عقلیات سے بحث کرتا ہے، اس کی عملی کوئی شکل نہیں ہوتی۔ جیسے منطق و فلسفہ۔

(۲) وہ علوم جو صرف نظریاتی نہیں؛ بلکہ ان کا تعلق عمل سے ہے۔ جیسے: لوگ ڈاکٹری پڑھتے ہیں، اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں میں لوگ پڑھنے جاتے ہیں، کورس کرتے ہیں۔ ڈاکٹری کا کورس مکمل ہونے کے بعد بھی ان کو سند نہیں دی جاتی؛ بلکہ اس کے بعد ان کو چند سال باقاعدہ سرکاری ہسپتالوں میں رہنا پڑتا ہے، جو کچھ پڑھا اس کی عملی مشق کرنی پڑتی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہے۔عملی مشق جب تک مکمل نہیں کریں گے تب تک وہاں سے ان کو ڈاکٹری کی سند ہی نہیں دیں گے۔ ہمارے یہاں بھی ہونا تو یہی چاہیے کہ سند نہ دی جائے۔ بہر حال! یہ ڈاکٹری کا علم نظریاتی نہیں ہے،عملیاتی علم ہے۔

پڑھانا نہیں، سکھانا ہے:

اسی لیے حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ ہمارے مدارس میں علم دین صرف پڑھاتے ہیں،سکھاتے نہیں ہیں۔ پڑھانا الگ ہے،سکھانا الگ ہے۔ایک آدمی کسی درزی کے پاس گیا۔اس درزی نے،''کپڑے کس طرح بناتے ہیں'' یہ ٹیبل پر سمجھا دیا؛لیکن اس کو کبھی بھی مشین پر بٹھا کر سینے کی مشق نہیں کروائی۔تو ایسے آدمی کو کاج بنانے کے لیے کہیں گے تو اس کو کاج بنانا بھی نہیں آئے گا؛ بلکہ اس کو سوئی میں دھاگا ڈالنا بھی نہیں آئے گا۔ جب تک کہ مشق نہ ہو،اس لیے کہ وہ مشق سے تعلق رکھنے والا علم ہے۔

ایک آدمی باورچی بننا چاہتا ہے،تو آپ کتابوں کی دکان پر جائیں گے تو کوکنگ (Cooking) کے فن پر سینکڑوں کتابیں آپ کو ملیں گی۔فلاں دسترخوان،فلاں دسترخوان ان میں سے پڑھ کر کھانے کی مختلف چیزوں کے بنانے کے طریقے آپ ازبر کرلیں؛لیکن جب تک کسی باورچی کی صحبت میں رہ کر باقاعدہ کھانا پکانا نہیں سیکھیں گے،تب تک آپ کی یہ ساری کتابیں بے کار ہیں۔آپ کو نمک کا بھی اندازہ نہیں ہوگا کہ کتنا کم اور کتنا زیادہ رکھنا چاہیے؟ لہٰذا حقیقت تو یہ ہے کہ یہ علم دین بھی عمل سے تعلق رکھتا ہے۔اب تک غفلت رہی، اب جب اللہ نے موقع دیا ہے تو اپنے وقت میں سے کچھ وقت فارغ کریں اور اس کا اہتمام کریں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

یہ بنیادی غلطی ہے:

علم کا دوسرا حق ہے اللہ کے دوسرے بندوں تک پہنچانا۔ حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ ہم اپنے اُن طلبہ سے پوچھتے ہیں جو اطمینان سے پڑھ کر جاتے ہیں کہ کیا کروگے؟ تو کہتے ہیں: اللہ کے دوسرے بندوں کو پہنچائیں گے، اللہ کے دوسرے بندوں کو بتلائیں گے، لیکن یہ تو کہتے ہی نہیں کہ ہم پہلے خود عمل کریں گے۔

خود عمل کرنا علم کا پہلا اسٹیپ اور زینہ ہے، وہ ان کے ذہن میں ہی نہیں ہے۔ ہمارا جو کام تھا وہ پورا ہوگیا، ہم نے علم سیکھ لیا، اب گویا عمل کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔ یہی بنیادی غلطی ہے۔ پہلے عمل، پھر دوسروں کو پہنچانا ہے۔ آپ جانتے ہیں بے عمل عالم کے لیے کتنی سخت وعیدیں آئی ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے: بلّغوا عني ولو آية (ایک مسئلہ یا ایک آیت جو مجھ سے سنی ہو، اس کو بھی پہنچاؤ)[۱] حجۃ الوداع اور فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا، ان دونوں موقعوں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ جملہ ارشاد فرمایا ہے: فليبلغ الشاهد الغائب (جو لوگ موجود ہیں وہ ان باتوں کو ان لوگوں کو جو موجود نہیں ہیں؛ پہنچائیں)[۲] لہٰذا پہنچانا بھی بہت ضروری ہے۔

صرف عمل بھی کافی نہیں:

صرف عمل کرنے سے ذمہ داری پوری نہیں ہوتی۔ حضرت ابوہریرہؓ کا جو واقعہ

---

(۱) مسند أحمد (۶۴۸۶، ۶۸۸۸، ۷۰۰۶) وصحيح البخاري (۳۴۶۱) وغيرهما.

(۲) مسند أحمد (۲۰۳۶، ۲۰۳۸۷، ۲۳۱۰۶، ۲۷۱۶۴) وصحيح البخاري (۱۷۳۹، ۱۷۴۱، ۷۰۷۸) وصحيح مسلم (۳۰/ ۱۶۸۹) وغيرها.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ابھی میں نے ذکر کیا، آپ نے بخاری شریف کی کتاب العلم میں پڑھا ہے۔ جب ان پر اعتراض کیا گیا کہ آپ بہت کثرت سے روایات ذکر کرتے ہیں، تو انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر قرآن پاک کی دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں کوئی روایت بیان نہ کرتا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَ الْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ (البقرۃ:۱۵۹) (ہدایت کی باتیں اور صاف صاف احکام جو ہم نے اتارے ہیں، تو جو لوگ ان کو چھپاتے ہیں، اس کے بعد کہ ہم نے ان کو قرآن میں بیان کر دیا، پھر بھی وہ لوگوں کو نہیں پہنچاتے، چھپاتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی لعنت اور لعنت کرنے والوں کی لعنت) اب اس سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ بَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَ اَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (البقرۃ:۱۶۰) (البتہ جو لوگ اپنی اس حرکت سے باز آجائیں، توبہ کرلیں اور اپنا حال درست کرلیں تو ان کے گناہوں کو میں معاف کروں گا اور میں معاف کرنے والا، مہربان ہوں)[۱] تو، توبہ اسی وقت ہوگی جب ان چیزوں کو بیان کرنا شروع کریں گے۔ صرف عمل کرلینا، پڑھ لینا کافی نہیں ہے۔

ہمارا تو یہی کام ہے:

آپ یہاں سے پڑھ کر جارہے ہیں، آپ نے اس مدرسے میں رہ کر علم حاصل کیا، ۸، ۹ر سال رہے، اس مدرسے کا خرچ کون برداشت کرتا ہے؟ تمام مسلمان!!! وہ لوگ چندہ دیتے ہیں۔ کیوں دیتے ہیں؟ تاکہ ہمارے اسلامی معاشرے کو ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو دین کے احکام سے واقف ہوں، اور اللہ کے دوسرے بندوں کو ان احکام سے واقف کریں۔ ایسے لوگ ہمیں تیار کرنے ہیں، مدرسہ ایسے لوگ تیار کررہا ہے، اس مدرسے کو بھی

---

(۱) مسند أحمد (۷۲۶۴) وصحیح البخاري (۲۳۵۰) والسنن الکبریٰ للنسائي (۵۸۳۶).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

لوگ چلا رہے ہیں، نبھا رہے ہیں۔ اب آپ یہاں سے پڑھ کر فارغ ہوئے، اور ہوٹل کے کاؤنٹر پر بیٹھ گئے، یا کھیت میں کھیتی کرنے لگ گئے۔ نہیں! آپ کی علمی شخصیت کو بنانے کے لیے جو مصارف ہوئے ان کو پوری قوم نے برداشت کیا، لہٰذا آپ کو کام کرنا ہے۔

حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ نے فرمایا کہ بھائی! پہلے ہی دن جب آپ مدرسے میں داخل ہوئے، اور اس وقت آپ نے جو فارم بھرا تھا تو فارم بھرتے ہی آپ نے اللہ کے ساتھ معاہدہ کرلیا کہ میں اپنی ذات کو علم دین کے لیے وقف کررہا ہوں۔ خود بھی عمل کروں گا اور اس کو اللہ کے دوسرے بندوں تک بھی پہنچاؤں گا۔ اب اس معاہدے سے پیچھے نہیں ہٹنا ہے، کسی دوسرے کام میں لگنا ہی نہیں ہے۔ ہمارا تو یہی کام ہے۔ اس کام میں لگو، دینی خدمات انجام دو۔

راشن تو وہیں سے طے ہوگیا ہے:

یہ فکر مت کرو کہ ہم کہاں سے اپنا گذر بسر کریں گے؟ یہ ذہنیت بڑی خطرناک ہے۔ آپ نے بخاری شریف میں ہی روایت پڑھی ہے کہ بچے پر جب چند چلے گذر جاتے ہیں تو ایک فرشتہ آتا ہے، اور اس کے متعلق لکھتا ہے کہ اس کی زندگی کتنی ہوگی؟ اس کی روزی کیا ہوگی؟ کیا کرے گا؟ نیک بخت ہوگا یا بدبخت؟[۱] تو آپ کا راشن کارڈ تو ماں کے پیٹ میں کب سے بن گیا ہے!!! راشن تو وہیں سے طے ہوگیا!!! آپ اس کی فکر نہ کیجیے!!! آپ اپنا کام کیجیے!!! آپ کی جو ذمہ داری ہے وہ آپ کو کرنا ہے۔

---

(۱) صحيح البخاري (۳۱۸، ۳۳۳۳).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

......تو کیا اللہ آپ کو بھوکا رکھے گا؟:

ہمارے حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحبؒ رمضان میں کبھی کبھی کیمیا گر کا قصہ سنایا کرتے تھے، فرمایا کرتے تھے: او مولویو! کتاب الرقاق پڑھا کرو۔ کیمیا گر کے پاس جب بادشاہ کیمیا سیکھنے کے لیے گیا تو ایسا جیسے فالتو نوجوان ہے، جو اس کی خدمت کے لیے آیا ہے، کہ میں آپ کی خدمت کروں گا، کھانا نہیں کھاؤں گا۔ چناں چہ جب وہ کھانا کھانے بیٹھا اور روٹی کھولی تو کہا: آجا! تو کہا: نہیں نہیں! اس نے کہا: آجا! بادشاہ نے کہا: نہیں! تو کہا کہ دیکھو! اس کی غیرت نے گوارہ نہ کیا کہ اس نے اپنے آپ کو میری خدمت کے لیے وقف کر دیا ہے تو میں اکیلا کھانا کھاتا رہوں، اور یہ سامنے بیٹھ کر دیکھتا رہے۔ کوئی کتا آپ کے مکان کے باہر آکر بیٹھ جائے اور اجنبیوں کو وہاں سے بھگانے کا کام کرے، حالاں کہ آپ نے اس کو نہیں سونپا؛ لیکن وہ خود اپنے طور پر اس ڈیوٹی پر لگ گیا ہے، تو جب کھانے کا وقت آئے گا تو آپ اس کو بھی روٹی ڈالیں گے۔ آپ کی غیرت گوارہ نہیں کرے گی کہ وہ بھوکا رہے۔ تو وہ ذات جو ساری دنیا کو، دنیا کی تمام مخلوق کو روزی دیتی ہے، آپ اُس کے دین کے لیے اپنے آپ کو فارغ کریں گے تو کیا وہ اللہ آپ کو بھوکا رکھیں گے؟ ہرگز نہیں! لیکن اتنا ہے کہ آزمائش ہوتی ہے کہ کون سچا ہے کون جھوٹا ہے؟ اس آزمائش میں پورا اترنے کی ضرورت ہے۔ پھر دیکھو! وارے نیارے ہو جائیں گے، اللہ تعالیٰ ایسا نوازیں گے کہ دنیا کے لوگ اس کا تصور نہیں کر سکتے۔

علم میں لذت بھی ہے:

اگر کھانے پینے کی سہولتیں میسر نہ ہوں تو خود اس علم دین میں اللہ نے ایک لذت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

رکھی ہے۔ امام محمدؒ کا مقولہ آپ نے سنا ہوگا کہ جب وہ مطالعہ کرتے تھے اور کوئی مشکل مسئلہ حل ہوجاتا تھا تو فرماتے تھے: أين أبناءُ الملوك من هذه اللذة!! (بھلا شہزادوں کو یہ لذت کہاں نصیب ہوسکتی ہے!!)[۱] اور حضرت ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں علم میں جو لذت حاصل ہے اگر ان بادشاہوں کو معلوم ہوجائے تو اس لذت کو حاصل کرنے لیے ہم پر تلوار لے کر چڑھ آئیں گے۔[۲] اس علم میں اللہ تعالیٰ نے ایسی لذت رکھی ہے۔ تو کہنے کا حاصل یہ ہے کہ علم کا دوسرا حق یہ ہے کہ آپ اس کو آپ اپنی اپنی حیثیت کے مطابق دوسروں تک پہنچائیں۔ آپ نے جو پڑھا ہے، آپ کی صلاحیتیں مختلف ہیں، کسی نے زیادہ محنت کی ہے تو وہ اُس لائن کی خدمت انجام دے گا۔ کسی نے زیادہ محنت نہیں کی ہے کمزور ہے تو اس میں بھی علمی صلاحیت تو ہے ہی، وہ ناظرہ قرآن پڑھا سکے گا، بچوں کو ضروری احکام جو مکتب میں پڑھاتے ہیں، وہ پڑھائے گا۔

خطرناک ذہنیت:

مکتب کی پڑھائی کو بھی صرف یہ سمجھ کر مت پڑھاؤ کہ یہ ہمارے گذر بسر کا ذریعہ ہے۔ نہیں! اپنے خیال کو محدود مت کرو۔ یہ کام بھی اللہ کے لیے کرو، روزی دینے والا تو اللہ ہے، ہمیں اللہ کے لیے کرنا ہے۔ چناں چہ بڑے بڑے صحابہؓ نے باقاعدہ قرآن کی تعلیم دی ہے۔ بخاری شریف پڑھائیں، درس نظامی کی اونچی کتابوں کا درس دیں یہ ضروری نہیں۔ حضرت ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن حبیب سُلمیؒ جنھوں نے حضرت عثمانؓ سے خيركم من تعلم

---

(۱) كشف الظنون (۲۱/۱) وأبجد العلوم (ص: ۶۵).

(۲) حلية الأولياء (۳۷۰/۷) والزهد والرقائق للخطيب (ص: ۱۳۳) والزهد الكبير للبيهقي (۸۰).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

القرآن وعلّمه [۱] کی روایت نقل کی ہے، وہ کتنے بڑے عالم تھے؟ لیکن انہوں نے اپنی پوری زندگی صرف اور صرف قرآن پاک پڑھانے کے لیے وقف کردی۔ آج ہماری ذہنیت اتنی خطرناک ہوگئی ہے کہ نعوذ باللہ! جو صرف قرآن کی تعلیم دیتا ہے اس کے متعلق ہمارے ذہن میں اچھے خیالات نہیں آتے، ہم نے خود ہی اپنے مقام کو نہیں پہچانا تو دوسرے لوگ ہمارے مقام کو کیسے پہچانیں گے؟ قرآن کی تعلیم دینا اتنا اونچا مرتبہ ہے کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن کریم کو سیکھے اور سکھائے۔

میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ:

ہمارے اکابر میں سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے شیخ میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ ہیں۔ یوپی میں ''میاں جی'' بچوں کو ناظرہ قرآن پڑھانے والے کو کہتے ہیں۔ وہ بچوں کو ناظرہ قرآن پڑھاتے تھے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنا اونچا مقام عطا فرمایا تھا کہ ان کے پاس پڑھنے والے بچے صاحب نسبت ہوا کرتے تھے۔ ان کے تقویٰ کا یہ عالم تھا۔

تم کو اپنے خواب پر بڑا اعتماد ہے؟:

حضرت حاجی صاحبؒ کے پہلے شیخ حضرت سید نصیر الدینؒ کا انتقال ہوا، وہ سلسلۂ نقشبندیہ سے تعلق رکھتے تھے، حضرت حاجی صاحبؒ کو ان سے اجازت بھی تھی۔ اس کے بعد حضرت چاہتے تھے کہ میں کسی سے بیعت ہوؤں۔ انہوں نے دعائیں اور استخارہ کیا۔ تو خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حاجی صاحب کا ہاتھ ایک بزرگ کے ہاتھ میں پکڑوا دیا۔ اب ان کو کبھی دیکھا نہیں تھا، پہچانتے نہیں تھے، پریشان تھے کہ یہ کون بزرگ

---

(۱) صحيح البخاري (۵۰۲۷).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہیں؟ جلال آباد میں ایک اور بزرگ تھے ،مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادی ،ان کے سامنے خواب کا تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا کہ لوہاری یہاں جلال آباد سے قریب ایک قصبہ ہے، وہاں جاؤ، وہاں اللہ کے ایک بندے بچوں کو قرآن پڑھاتے ہیں، ذرا ان کو دیکھ لو۔ چناں چہ حضرت حاجی صاحبؒ لوہاری گئے۔ وہ تو اپنے کمرے میں تھے ؛لیکن ان کے جوتے مسجد کی حد کے باہر نکلے ہوئے تھے، جب وہاں پہنچے اور جوتوں پر نظر پڑی تو کہا کہ یہی جوتے پہنے ہوئے تھے۔ اندر گئے، تو اندر جا کر ان کے قدموں میں گر گئے تو وہ کہنے لگے: تم کو اپنے خواب پر بڑا اعتماد ہے کیا؟[۱] یہ تھے حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ۔

......تو پوری دیوار سونے کی بن گئی:

ان کا مقام کیا تھا؟ ایک مرتبہ ایک سادھو، ان کے پاس آیا، کچھ دن رہا، اور اس سادھو کو کیمیا کا طریقہ آتا تھا، تو وہ سادھو جب جانے لگا تو کہنے لگا کہ تیرے پاس دھن کی کمی معلوم ہوتی ہے، میرے پاس یہ اکسیر یعنی تانبے کو سونا بنانے کا نسخہ ہے، تم لے لو۔ تو حضرت میاں جی صاحبؒ نے فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر اس نے اصرار کیا کہ لے لو، کام آئے گا، تیرے پاس دھن کی کمی ہے۔ پھر تیسری مرتبہ جب کہا تو حضرت میاں جی صاحب نے ڈھیلا لے کر سامنے مٹی کی کچی دیوار تھی، اس پر مارا تو پوری دیوار سونے کی بن گئی۔ تو وہ سادھو کہنے لگا: واقعۃً تجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تو آدمی اللہ کی ذات پر بھروسہ کرے۔ دین کا کام کرو، دنیا چند روزہ ہے۔

کروڑوں روپے جمع کر کے بھی کیا کرو گے؟ ساتھ تو آنے والے نہیں ہیں؛ بلکہ یہ

---

(۱) شمائم امدادیہ (ص: ۱۳-۱۵)، امداد المشتاق (ص: ۱۱-۱۲)۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

دنیا کی دولت تو مصیبت ہے، یہاں بھی مصیبت ہے اور آخرت میں بھی مصیبت ہے؛ لیکن شیطان اور نفس نے عجیب کھیل بنا رکھا ہے کہ ہم اسی کو مقصود بنا رہے ہیں۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔ ہمیں تو اپنے اسلاف کی زندگیوں کو سامنے رکھنا ہے۔ ہمارے اکابر جن کی طرف ہم نسبت کرتے ہیں انہوں نے کیسی کیسی تکلیفیں اٹھا کر، مشقتیں برداشت کر کے، مجاہدے کر کے دین کی خدمتیں کی ہیں۔

حضرت شاہ اسحاق صاحبؒ کی شان استغناء:

حضرت شاہ اسحاق صاحب دہلویؒ کا واسطہ ہماری سند میں آتا ہے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلویؒ کے نواسے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے انتقال کے بعد ان کی جگہ پر شاہ صاحب کے خاندان والوں نے ان ہی کو جانشین مقرر کیا تھا۔ ان کے پاس لوگ پڑھتے تھے۔ گھر میں فاقہ تھا؛ لیکن کہیں ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے۔ ایک مرتبہ گھر کی خادمہ بچے کو کھیل کرانے کے لیے باہر نکلی، بچہ رو رہا تھا۔ کسی نے پوچھا: یہ بچہ کیوں رو رہا ہے؟ تو خادمہ کے منہ سے نکل گیا کہ گھر میں اتنے دنوں کا فاقہ ہے، اس بچے کا پیٹ بھرے اتنا دودھ بھی نہیں ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کو پتہ چل گیا تو اس خادمہ کو کہا: اللہ کی بندی! ہمارا راز دوسروں کے سامنے کھولنے کی تجھے کیا ضرورت تھی؟ اس کو چھٹی دے دی۔ اب تو ہمارے گھر میں نہیں رہ سکتی۔ بڑے بڑے نواب لوگ ان کے درس میں آتے تھے؛ لیکن کبھی بھولے سے بھی اپنی حاجت کا ان کے سامنے تذکرہ نہیں کرتے تھے۔ ایسی شان استغنا تھی، بے نیازی کی شان۔ ہمارے اکابر کا یہی حال ہوا کرتا تھا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

......اب تو اشراف نہ رہا؟

حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے اپنی کتاب ''ہندوستان میں مسلمانوں کا نظامِ تعلیم و تربیت'' میں ایک واقعہ نقل کیا ہے: مولانا طفیل محمد بل گرامی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں میر مبارک (محدث) کی خدمت میں گیا، آپ وضو کے لیے اٹھے کہ اچانک گر گئے، میں لپک کر تیزی سے نزدیک گیا، ایک گھنٹے کے بعد افاقہ ہوا، میں نے وجہ دریافت کی تو میرے بہت اصرار کے بعد فرمایا: تین دن گذا نہیں ملی تھی (تین دن انہوں نے کسی کے سامنے نہ اس کو بیان کیا، نہ قرض لیا) علم کی غیرت کا یہ حال تھا (حضرت مولانا طفیل محمد فرماتے ہیں) کہ مجھے بہت ترس آیا، فوراً وہاں سے گھر پہنچا اور شیریں کھانا جو آپ کو مرغوب تھا، تیار کر کے خدمتِ بابرکت میں حاضر کیا۔ پہلے خوشی کا اظہار کیا اور دعائیں دیں، پھر فرمایا: ایک بات کہوں اگر تمہیں بارِ خاطر نہ ہو؟ میں نے کہا: بہ خوشی فرمائیں۔ تو فرمایا: صوفیا کے یہاں اسے اشرافِ نفس کا کھانا کہتے ہیں (آپ جب گئے تھے، تو میرے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ آپ کھانا لینے کے لیے گئے) اور فقہا کے یہاں اشراف کا کھانا جائز نہیں ہے۔ (حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ فرماتے ہیں) مولانا محمد طفیل بھی استاذ کے مزاج شناس تھے، کھانا اٹھا لیا اور لے کر چلے گئے، پھر واپس کھانا لے کر آئے اور پوچھا کہ اب تو آپ کو اس کی امید نہیں تھی؟ کہا: نہیں۔ آپ اس پر خوش ہوئے اور کھانا تناول فرمایا۔[۱] تو کہنے کا حاصل یہ ہے کہ ہم شان بے نیازی کے ساتھ نظر اللہ پر رکھیں۔ اور دین کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کریں۔

---

(۱) ہندوستان میں مسلمانوں کا نظامِ تعلیم و تربیت (ص: ۳۸-۴۱)۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

نماز با جماعت کا اہتمام:

ساتھ ہی ساتھ اپنے اعمال کا اہتمام کریں۔نماز با جماعت کا اہتمام ہو۔آپ دینی خدمت کر رہے ہیں،لوگوں کو دینی احکام سے واقف کر رہے ہیں؛لیکن آپ خود ہی جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کا اہتمام نہیں کرتے،تو آپ کی اس دینی خدمت کا لوگوں پر کیا اثر پڑے گا؟ آپ نے مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت پڑھی ہوگی: نبی کریم ﷺ کے زمانے میں بڑے سے بڑا منافق بھی جماعت سے غیر حاضری کی جرأت نہیں کرتا تھا۔جس کا نفاق معلوم ہو گیا ہو وہ نہیں آتا تھا،اور جو بیمار ہوتا تھا وہ بھی دو آدمیوں کے سہارے باقاعدہ پاؤں گھسیٹتے ہوئے مسجد میں لایا جاتا تھا۔[1] لوگوں کو جماعت کا اتنا اہتمام تھا۔

اس سے زیادہ غم کی بات کیا ہوگی؟:

حضرت گنگوہیؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ دارالعلوم دیوبند کے دستار بندی کے جلسے میں آئے تھے،اُس زمانے میں حضرت سرپرست تھے۔اجلاس میں آئے،اذان ہوئی،اذان ہوتے ہی وہاں سے مسجد جانے کے لیے روانہ ہو گئے؛لیکن مجمع بہت بڑا تھا، لوگوں کی بھیڑ بھی تھی،کچھ لوگ مصافحہ بھی کر رہے تھے تو مسجد ایسے وقت پہنچے کہ اقامت ہو چکی تھی اور امام صاحب حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ تکبیر تحریمہ کہہ چکے تھے،نماز کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ حضرت گنگوہیؒ کے چہرے پر غم وحزن کے آثار ہیں۔کسی نے پوچھا:حضرت!ابھی نماز سے پہلے تو آپ خوش وخرم تھے،اب آپ کے چہرے پر غم وحزن

---

(۱)صحیح مسلم(۲۵۶،۲۵۷/۶۵۴)۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کے آثار ہیں، کیا بات ہے؟ کہا: رشید احمد کے لیے اس سے زیادہ غم اور تکلیف کی بات کیا ہوگی کہ آج ۲۲ رسال کے بعد اس کی تکبیر اولیٰ فوت ہوئی ہے۔[۱] فکر تو یہ ہے۔

تلاوت ودعا کا بھی اہتمام ہو:

قرآن پاک کی تلاوت اور دعاؤں کا اہتمام ہو۔آج اہل علم علمی خدمات انجام دیتے ہیں؛لیکن آپ ان سے پوچھیے کہ آپ کی روزانہ تلاوت کی مقدار کیا ہے؟ چاہے وہ عربی مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیتے ہوں یا مکتب میں۔عربی والے تو یوں کہتے ہیں کہ کتابیں تو اتنی ہیں کہ مطالعے میں موقع نہیں ملتا؛لیکن جب مجلس کرکے بیٹھیں گے تو پتا ہی نہیں چلتا کہ گھنٹے کہاں گذر رہے ہیں؟ بہانہ تو یہ ہوتا ہے۔چلیے!ان کے پاس تو بہانہ ہے؛ لیکن مکتب والوں کے پاس کیا بہانہ ہے؟ ان کو دیکھو!کسی درزی کی دکان پر بیٹھے ہیں،کسی پرچون والے کی دکان پر بیٹھے ہیں۔وہاں بیٹھے اخبار پڑھ رہے ہیں۔

ہم نے اپنے آپ کو بے وقار بنا دیا ہے۔امام مالکؒ تو فرماتے ہیں کہ اہل علم کو ہر کس وناکس کی دعوت بھی قبول نہیں کرنی چاہیے۔وہ تو یوں فرماتے ہیں: وقارِ علم کے خاطر۔ اور ہم نے اپنا وقار اس طرح کھو دیا ہے۔کوئی آئے گا کہ

ફલાણા મોલસાબ ક્યાં મળશે?તો લોકો કહેશે:ત્યાં દુકાન પર બેસેલા જ મળશે.

(فلاں مولوی صاحب کہاں ملیں گے؟ تو لوگ کہیں گے؟ فلاں دکان پر بیٹھے ہوئے مل جائیں گے)یہ ہم نے خود اپنی حرکتوں سے اپنے وقار کو گرا دیا ہے۔آپ کا ایک وقار ہے۔

---

(۱) تذکرۂ اکابرِ گنگوہ (۱/ ۷ ۳۳)۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اوقات منضبط کیجیے:

آپ کے اوقات منضبط ہونے چاہییے۔ایک تو مدرسے کی پابندی ہونی چاہیے،اس میں ذرا بھی کمی بیشی نہ ہو۔آج کل حال یہ ہے کہ مدرسے کا وقت سات بجے کا ہے،تو سات بجنے کے پانچ سات منٹ کے بعد گھر سے نکلیں گے۔مکتب پہنچ کر ابھی اندر نہیں جائیں گے، کوئی دوسرا آیا ہے،تیسرا آیا ہے،باہر کھڑے باتیں چل رہی ہیں،اس کے بعد اندر جائیں گے۔اندر جانے کے بعد بھی سبق پڑھانے کا سلسلہ فوراً شروع نہیں کریں گے۔اللہ کے بندے!ویسے بھی تمھیں ان بچوں کو پڑھانے کے لیے تین گھنٹے،ڈھائی گھنٹے،دو گھنٹے ملے ہیں۔اس سے زیادہ وقت چاہتے ہوئے بھی نہیں ملتا۔لوگ اپنے بچوں کو اسکول بھیج رہے ہیں،اس میں بھی آپ اس طرح وقت کو ضائع کر رہے ہیں!!!

گھنٹہ بجا اور قدم درس گاہ میں:

ہمارے اسلاف اپنے وقت کی کتنی پابندی کرتے تھے؟حضرت مولانا سید محمد بدر عالم صاحبؒ کے متعلق ہمارے مہتمم حضرت مولانا سعید احمد بزرگؒ نے کئی مرتبہ فرمایا تھا، حضرت مہتمم صاحبؒ نے ان کے پاس کنز سے لے کر مشکوٰۃ تک کی کتابیں پڑھی تھی۔۱۷ر سال حضرت مولانا بدر عالم صاحبؒ نے ڈابھیل میں تدریسی خدمات انجام دی ہیں؛لیکن پابندی کا یہ عالم تھا کہ گھنٹہ بجا اور آپ کا قدم درس گاہ میں ہوتا تھا۔لوگ اپنی گھڑیاں آپ کی آمد پر ملایا کرتے تھے۔پابندی کا یہ عالم تھا۔ہمارے اکابر اتنا اہتمام کرتے تھے۔کسی حال میں کبھی ناغہ نہیں۔

حضرت شیخؒ کے حالات پڑھو،بخار ہے،تو بخار میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

پوری کو کہلوایا کرتے تھے کہ آج آپ کے گھنٹے میں میں پڑھا لوں گا۔یعنی بخار میں ایک گھنٹے کے بہ جائے دو گھنٹے پڑھاتے تھے۔ہمارے اکابر کا یہ حال تھا۔

ہمارے عقد اجارہ کا بھی تقاضہ ہے۔ویسے بھی اگر ہم بغیر تنخواہ کے پڑھائیں تب بھی پوری پابندی ہونی چاہیے۔بعض لوگ بغیر تنخواہ کے پڑھاتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم تو للہ پڑھاتے ہیں، پیسے لے کر پڑھائیں گے تو پابندی کریں گے، للہ پڑھائیں گے تو پابندی نہیں کریں گے۔شرم نہیں آتی؟ اللہ کے واسطے پڑھاتے ہو تو تم کو اور زیادہ پابندی کرنی چاہیے!! دو پیسے کے لیے تو اتنی پابندی کرتے ہیں، اور اللہ کے لیے اتنی پابندی نہیں؟

ہمیں تو بچوں کو دیکھنا ہے۔طلبہ ہماری ذات سے وابستہ ہیں۔ہم دو منٹ تاخیر سے آئیں گے تو ہم یوں سمجھتے ہیں کہ دو منٹ دیر ہوئی، اور یہاں جماعت میں بیس بچے ہیں تو ہر ایک کے دو- دو منٹ خراب ہوئے، یعنی چالیس منٹ خراب ہوئے۔کہنے کو تو دو منٹ ہیں۔ ہمارے اسلاف ان چیزوں کا خیال رکھتے تھے۔اگر آپ ان ساری چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے کام کریں گے تو دیکھو! پھر اللہ تعالیٰ کیسے نوازتے ہیں۔تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اپنے معمولات کا اہتمام ہو، تلاوت کا بھی اہتمام ہو۔ہمارے شیخ حضرت مولانا زکریا صاحبؒ کے متعلق منقول ہے کہ ان کے اوقات ایسے منضبط تھے کہ کسی سے بات چیت کے لیے بھی الگ سے وقت نہیں تھا۔کوئی وقت مانگتا تو فرماتے: کھانا ساتھ کھانا۔پھر بھی ان کی تلاوت روزانہ آٹھ نو پارے ہوتی تھی۔ہم سے آج آدھا پارہ نہیں پڑھا جاتا۔

حضرات صحابہؓ کا اہتمام دیکھیے! ان میں قراء تھے کم سے کم ایک منزل روزانہ کا معمول تھا۔حضرت عثمانؓ تو ایک رکعت میں ایک قرآن ختم کرتے تھے۔[۱] حضرت عبداللہ

---

(۱)السنن الکبریٰ للبیهقي (۴۷۸۲).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

بن عمرو بن العاصؓ تین رات میں قرآن ختم کرتے تھے۔[۱] سارے صحابہؓ کا تلاوت کا معمول تھا۔خود حضور ﷺ کا تلاوت کا معمول تھا۔آپ نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے اشعار پڑھے ہوں گے:۔

وفينا رسول الله يتلو كتابه	إذا انشق معروف من الفجر ساطع
أرانا الهدى بعد العمى فقلوبنا	به موقنات أن ما قال واقع
يبيت يجافي جنبه عن فراشه	إذا استثقلت بالمشركين المضاجع

رات اپنے بستر سے الگ ہو کر گزارتے ہیں، جب کہ مشرکین کے وجود ان کے بستروں پر بھاری ہو رہے ہوتے ہیں۔[۲] پوری رات حضور ﷺ اس طرح گزارتے تھے، اور ہم حضور ﷺ کی جانشینی اور وراثت کا دعویٰ کرتے ہوئے پڑے رہیں!!! کیسے ہو سکتا ہے؟

نمازِ تہجد بھی پڑھیے:

تہجد کی نماز کا اہتمام ہو۔حضرت بلال بن رباحؓ اور ابوامامہ باہلیؓ کی روایت میں ہے: عليكم بقيام الليل فإنه دأب الصالحين قبلكم و مقربة لكم إلى ربكم ومكفرة للسيئات ومنهاة عن الإثم ومطردة الداء عن الجسد (تم تہجد کا اہتمام کرو، اس لیے کہ یہ تم سے پہلے جو نیک لوگ گذرے ان کا طریقہ رہا ہے، اور نماز تمہارے لیے اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے، اور گناہوں کا کفارہ ہے، اور آدمی کو گناہوں کے کاموں سے روکنے والی ہے، جسم میں سے بیماری کو بھگاتی ہے)[۳] جو لوگ تہجد کا اہتمام کرتے ہیں وہ ہمیشہ چاق و چوبند اور

---

(۱) مسند أحمد (۶۷۶۴، ۶۸۶۳) وصحيح البخاري (۱۹۷۸) والسنن الكبرى للنسائي (۸۰۱۲).

(۲) صحيح البخاري (۱۱۵۵).

(۳) سنن الترمذي (۳۵۴۹) والمعجم الكبير للطبراني (۲۱۵۴، ۷۴۶۶).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

صحت مند رہتے ہیں۔تو تہجد، تلاوت اور معمولات کا اہتمام ہو۔

ہمارے ماضی قریب کے مشائخ کے حالات پڑھو۔حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے حالات پڑھو،آپ رات دیر تک، بارہ،ایک بجے تک پروگرام میں ہوتے تھے، دیر سے سوتے،لیکن تین بجے اٹھ جاتے تھے۔

حضرت قاری صدیق صاحب باندوی نور اللہ مرقدہ کو میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا،سفر میں ہیں، بارہ-ایک بجے تک پروگرام ہے؛لیکن تین بجے کسی بھی حالت میں یقیناً بلا ناغہ اٹھ جاتے تھے۔کبھی ناغہ نہیں ہوتا تھا۔اس کا بھی اہتمام ہونا چاہیے۔

جب اللہ نے علم جیسی نعمت دی ہے، اتنا اونچا مقام عطا فرمایا ہے تو اس کا شکر بھی ادا کرنا چاہیے۔آپ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور حضرت عائشہؓ کی روایت بخاری شریف میں پڑھی ہوگی ،حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تہجد کے لیے کھڑے رہتے،تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں پر ورم آجاتا تھا،کھڑے رہنے کی وجہ سے پاؤں میں شگاف پڑ جاتے تھے۔کسی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول!لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ (الفتح:۲)(اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی خطائیں معاف کردی ہیں) تو آپ اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں؟تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا جواب دیا؟ أفلا أكون عبدًا شكورا؟(کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟)[۱] اس نے ایسی ایسی نعمتیں دیں ان کی شکر گزاری یہی ہے۔

......تو آپ کا مقام گر جائے گا:

آپ بھی مدرسوں میں جاؤ تو وہاں اپنے اخلاق کو بھی درست رکھو،اپنی عادتیں

(۱)صحیح البخاري (۱۱۳۰،۴۸۳۷).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

درست رکھو۔ دیکھو! ابھی الحمد للہ! ہمارا ظاہر، ہمارا لباس، وضع قطع تو سنت کے مطابق ہے، تو ہمارا اندرون بھی ایسا ہونا چاہیے، ہمارے معاملات درست ہونے چاہیے۔ لوگ آپ سے اس بات کی توقع رکھیں گے کہ آپ کے معاملات درست ہوں۔ اس میں کمی کوتاہی ہوئی تو اس کی وجہ سے آپ کا مقام گر جائے گا۔ اپنے اخلاق اور معاشرت کو درست رکھو، اپنے والدین، بھائی بہن، پڑوسیوں اور رشتے داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔ ان کی طرف سے چاہے جیسا بھی سلوک ہو یہ ہمیں نہیں دیکھنا ہے، ہم کو شریعت نے جو حکم دیا اس کے مطابق پیش آنا ہے۔ آپ ان کی خدمت کریں، ان کے ساتھ اچھائی سے پیش آئیں، ان کا جو بھی سلوک رہا ہو، اس کی طرف آپ کی نگاہ نہیں ہونی چاہیے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت ہے: ليس الواصل بالمكافي ولكن الواصل الذي إذا قطعت رحمه وصلها (برابر کا بدلہ لینے والا صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے۔ صلہ رحمی کرنے والا تو وہ ہے کہ کوئی اس کے ساتھ برا سلوک کرے، پھر بھی وہ اچھا سلوک کرے)[1] ان چیزوں کا اہتمام کریں گے تب ہی آپ دین کی خدمت کو انجام دے سکیں گے اور اللہ تعالیٰ آپ کو نوازیں گے۔ آپ کو ان چیزوں کا خصوصیت کے ساتھ اہتمام کرنا ہے۔

راسخ فی العلم کون؟

تفسیر خازن میں راسخ فی العلم کی چار علامتیں بتلائی ہیں: الراسخ في العلم من وجد في علمه أربعة أشياء (جو اپنے علم میں چار چیزیں پائے اس کو رسوخ فی العلم حاصل ہے)۔

(۱) التقوىٰ في ما بينه وبين الله تعالىٰ (اللہ تعالیٰ کے ساتھ تقوے کا تعلق)۔

---

(۱) صحيح البخاري: ۵۹۹۱ وسنن الترمذي (۱۹۰۸) وسنن أبي داود (۱۶۹۷).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ایک لمحے کے لیے بھی آپ سے کسی نافرمانی کا ارتکاب نہیں ہونا چاہیے۔

(۲) والتواضع في مابينه وبين الناس (لوگوں کے ساتھ تواضع کا معاملہ)

آپ نے کریما میں پڑھا ہوگا کہ جس ٹہنی پر پھل ہوتا ہے وہی جھکی ہوئی ہوتی ہے، اور خالی ٹہنی اونچی ہوتی ہے۔ تو اگر آپ کے اندر کچھ ہے تو آپ میں تواضع اور انکساری ہونی چاہیے۔

(۳) والزهد في مابينه وبين الدنيا (دنیا کے معاملے میں بے رغبتی)

دنیا کے پیچھے جانے والے اور مال کے لالچی نہ ہوں۔ آپ نے ترمذی شریف میں روایت پڑھی ہوگی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دوخوں خوار بھیڑیوں کو اگر بکریوں کے ایسے ریوڑ میں چھوڑ دیا جائے جہاں ان کا چرواہا حفاظت کے لیے موجود نہ ہو، تو وہ اس ریوڑ کو اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتے جتنا مال اور جاہ کی محبت آدمی کے دین کو نقصان پہنچاتی ہے۔ آج کل ہمارے طبقۂ علماء کے لیے یہی سب سے بڑا فتنہ ہے۔ اس سے اپنے آپ کو بچانے کی ضرورت ہے۔

(۴) والمجاهدة في مابينه وبين النفس (اپنی ذات کے معاملے میں مجاہدہ)

زیادہ سے زیادہ مشقت اور مجاہدے سے کام لیں۔

یہ چار باتیں جس میں ہوں گی اس کو راسخین فی العلم میں بتلایا گیا ہے۔[۱]

بہرحال! آپ یہاں سے آپ کے اساتذہ اور مدرسے کے نمائندے بن کر جا رہے ہیں۔ آپ کی ذات تنہا نہیں ہے۔ لوگ آپ کو دیکھ کر آپ کے اساتذہ کے متعلق سوچیں گے، اس لیے ضرورت ہے کہ آپ کا وجود ان کے لیے نیک نامی اور خوش دلی کا ذریعہ ہو۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق اور سعادت عطا فرمائے۔

---

(۱) تفسیر الخازن (۱/۲۲۷).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

سعادتِ علماء

بہ موقع: سالانہ اجلاس، دار العلوم سعادت دارین، ستپون، بھروچ

(مؤرخہ ۹ر شعبان ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۵/ اپریل ۲۰۱۹ء)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ رب العٰلمین والصلاۃ والسلام علٰی سید الأنبیاء و المرسلین سیدنا ونبینا وحبیبنا وشفیعنا محمد واٰلہ وأصحابہ أجمعین أما بعد! فأعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ثُمَّ لَتُسۡـَٔلُنَّ يَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ (التکاثر: ۸)

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لا تزول قدم ابن اٰدم یوم القیامۃ من عند ربہ حتی یسأل عن خمس: عن عمرہ فیم أفناہ وعن شبابہ فیم أبلاہ و مالہ من أین اکتسبہ وفیم أنفقہ و ماذا عمل فیما علم. أو کما قال علیہ الصلاۃ و السلام. (سنن الترمذي: ۲۴۱۶)

خوشی کے ساتھ ذمہ داری:

میرے قابل احترام حضرات علمائے کرام، مشائخ عظام، مہمانان عظام اور عزیز طلبہ!

آج کی یہ مجلس جامعہ سعادت دارین، ستپون میں ہمارے جن طلبہ نے مروجہ نصاب کی تکمیل کر کے سند فضیلت حاصل کی، اسی طرح جن حفاظ نے حفظ کی تکمیل کی، ان دونوں گروہوں کے اعزاز و اکرم کے لیے منعقد کی گئی ہے، تاکہ سب لوگوں (ان کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اساتذہ مربیوں، اولیا، بہی خواہان اور عام مسلمانوں) کی موجودگی میں ان کی دستار بندی ہو، اور سندیں بھی عنایت کی جائیں۔ان کے لیے، ان کے اولیا اور اہل خانہ کے لیے، اہل مدرسہ کے لیے، سب کے لیے خوشی کا موقع ہے؛ لیکن ہر خوشی اپنے ساتھ کچھ ذمہ داری لے کر آتی ہے۔

بہر حال ! اس مجلس کے انعقاد کا جو مقصد تھا وہ تو بہ حسن وخوبی حاصل ہو چکا ہے۔ ایسے موقعوں پر دین کی نسبت سے کچھ باتیں پیش کی جاتی ہیں، اس کے لیے مجھے آپ حضرات کے سامنے بٹھایا گیا ہے۔ دعا کیجیے! ایسی باتیں جو میرے اور آپ سب کے لیے مفید ہوں، مؤثر اور کارآمد ہوں اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے ایسی باتیں پیش کرنے کی توفیق اور سعادت عطا فرمائے۔

شکر ادا نہیں کر سکتے:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے، اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا سلسلہ دن رات ہم پر بارش کی طرح برابر جاری وساری رہتا ہے، ہم اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں سے بے دریغ فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں۔ اور ہر نعمت چاہتی ہے کہ اس کا حق اور شکر ادا کیا جائے؛ لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ نعمتوں کا یہ تسلسل ایسا عجیب وغریب ہے کہ ہم شکر ادا کرنا چاہیں تو بھی ادا نہیں کر سکتے۔ سیدنا حضرت داود علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے باری تعالیٰ نے فرمایا: اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ (سبا:۱۳) (اے داود کے گھرانے والو! یا [خود حضرت داود علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام مخاطب ہیں] اے داود! اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، اور میرے بندوں میں شکر ادا کرنے والے بہت کم ہیں) شیطان ناشکری کی راہ سے انسان کو اللہ سے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کاٹنے کا کام کرتا ہے۔

ناشکری کی راہ سے......:

شیطان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی بارگاہ سے مردود کیا تھا، اور اس نے دھڑلے سے اللہ کے حضور بلند وبانگ دعویٰ کیا تھا کہ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ(الاعراف: ۱۷) (اے باری تعالیٰ! میں ان کو گمراہ کرنے کے لیے سامنے سے، پیچھے سے، دائیں سے، بائیں سے ان پر چڑھائی کروں گا، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان میں سے اکثروں کو تو شکرگزار نہیں پائے گا) حقیقت یہی ہے۔ ویسے آدمی شکر ادا کرنا چاہے تو بھی کیسے ادا کرے؟

بھلا کیسے شکر ادا ہو؟:

حضرت داود علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے باری تعالیٰ سے عرض کیا کہ باری تعالیٰ! تیری نعمت کا شکر ادا کرنا بھی تیری نعمت ہے، پھر اس کا شکر کیسے ادا کیا جائے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب تو نے یہ اعتراف کرلیا کہ ساری نعمتیں میری ہی طرف سے ہیں، تو تو نے میرا شکر ادا کردیا۔[1]

حضرت شیخ سعدیؒ نے گلستاں کے مقدمے میں بڑی عمدہ اور عجیب وغریب بات ارشاد فرمائی: ”ہر نفسے کہ فرومی رود ممد حیات است وچوں برمی آید مفرحِ ذات، پس در ہر نفسے دونعمت موجود است وبر ہر نعمتے شکرے واجب۔“ (ہر سانس جو اندر جاتی ہے، وہ آدمی کی زندگی کو بڑھانے کا کام کرتی ہے، اور یہی سانس اگر اندر کی اندر رہ جائے تو آدمی کا دم

(۱) أخرجه ابن أبي حاتم عن الفضيل رضي الله عنه كما ذكره السيوطي في الدر المنثور (۲/۲۸۰).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

گھٹ جائے اور ختم ہو جائے، یہ جب باہر آتی ہے تو آدمی کو ایک فرحت کا احساس ہوتا ہے۔ پس ہر سانس میں دو نعمتیں ہیں، اور ہر نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر واجب ہے)[۱] بھلا کیسے بندہ اللہ کا شکر ادا کر سکتا ہے؟

......تو اس نے حق شکر ادا کر دیا:

یہ تو نبی کریم ﷺ کے بے انتہا احسانات ہیں کہ آپ ﷺ نے ایسے طریقے ہم کو بتلائے کہ اگر ہم ان کو اپنائیں تو یہ حق بھی ادا ہو سکتا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جو بندہ صبح کو یہ جملہ کہہ دے: اللهم ما أصبح بي من نعمةٍ أو بأحد من خلقك فمنك وحدك لا شريك لك فلك الحمد ولك الشكر (اے اللہ! ہر وہ نعمت جو آج صبح مجھے یا تیری مخلوق میں سے کسی کو بھی حاصل ہوئی، وہ تجھ اکیلے کی طرف سے ہے، اور تیرے لیے ہی تعریف ہے اور تیرے لیے ہی شکر ہے) اور شام کو اگر یہی جملہ ما أمسیٰ بي کے ساتھ ادا کر دے، تو یوں کہا جائے گا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر کا حق ادا کر دیا۔[۲] یہ بھی اللہ کا احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ اس طرح بھی قبول کر لیتے ہیں۔

کل کو نعمتوں کے متعلق سوال ہوگا:

بہر حال! میں تو یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتوں کا یہ سلسلہ ہر وقت ہم پر جاری و ساری ہے۔ ہمیں تو ہر وقت اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔ اور اللہ کی ان نعمتوں کے حقوق کی ادائیگی کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرتے رہنا چاہیے۔ ان ہی نعمتوں

---

(۱) گلستانِ سعدی (ص:۲)۔

(۲) سنن أبي داود (۵۰۷۳) والدعاء للطبراني (۳۰۶).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں صاف صاف بتلا دیا: ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ (التکاثر:۸) (کل کو میدان قیامت میں تم سے اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا)۔

بھوک کی وجہ سے......:

شمائل میں روایت موجود ہے، آپ حضرات نے پڑھی ہوگی کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے گھر سے ایسے وقت نکلے کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نکلنے کا معمول نہیں تھا، دیکھا کہ حضرت ابوبکرؓ موجود ہیں۔ پوچھا: کیسے نکلنا ہوا؟ فرمایا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کی زیارت اور آپ کی ملاقات کے لیے۔ شراح نے لکھا ہے کہ ان کے اوپر بھی بڑی بھوک سوار تھی اور اسی وجہ سے نکلے تھے؛ لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چہرۂ انور دیکھ کر وہ اپنا سارا غم بھول گئے اور انہوں نے یہ بات عرض کی۔ یا وہ نہیں چاہتے تھے کہ اپنی تکلیف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے پیش کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تکلیف میں ڈالیں۔ ابھی بات ہو رہی تھی کہ حضرت عمرؓ آ گئے۔ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا: کیسے آنا ہوا؟ تو کہا: بھوک کی وجہ سے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں بھی کچھ بھوک محسوس کر رہا ہوں۔ چلیں ابن التیّہان کے پاس۔ یہ ایک انصاری صحابی ہیں، ان کے پاس بہت سارے باغات اور کھجور کے درخت تھے اور انصار میں ان کا بڑا مقام ہے۔ نقبا میں شمار کیا گیا ہے۔

وارے نیارے ہو گئے:

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب ان کے یہاں تشریف لے گئے، تو وہ گھر پر موجود نہیں تھے، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی بیوی سے پوچھا: تمہارے شوہر کہاں ہیں؟ اس نے کہا کہ وہ تو میٹھا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

پانی لینے کے لیے گئے ہوئے ہیں۔اتنے میں وہ بھی مشکیزہ اپنی پیٹھ پر لادے ہوئے پہنچ گئے اور نبی کریم ﷺ کو دیکھ کر کیا کیفیت ہوگی ان کے قلب کی؟ وارے کے نیارے ہو گئے !!! مشکیزہ زمین پر ڈال کر حضور ﷺ سے لپٹ گئے۔ فداك أبي و أمي (میرے ماں باپ آپ پر قربان!) چادر بچھا کر ان حضرات کو بٹھایا۔ پھر جلدی سے کھجور کا خوشہ توڑ کر لائے اور ان حضرات کے سامنے رکھا۔ خوشہ جب پورا ہوتا ہے تو اس میں کچھ کھجوریں پکی ہوتی ہیں، کچھ ادھ پکی ہوتی ہیں، کچھ کچی ہوتی ہیں۔ تو پورا خوشہ توڑ کر لے آئے۔

محبت تجھ کو آداب محبت خود سکھا دے گی:

حضور ﷺ نے ان کو متنبہ کیا کہ پورا خوشہ کیوں توڑ کر لائے؟ اندر سے پکی پکی کھجوریں چن کر توڑ لاتے، باقی خوشہ وہیں رہنے دیتے؛ تاکہ یہ کھجوریں ضائع نہ ہوں۔ انہوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آدمیوں کا ذوق اور پسند مختلف ہوتی ہے، کسی کو پکی ہوئی کھجوریں اچھی لگتی ہیں، کسی کو ادھ پکی اچھی لگتی ہیں، کسی کو کچی میں مزہ آتا ہے، اس لیے میں پورا لے کر آیا کہ جس کو جیسی پسند ہو، وہ کھائے۔ حضور ﷺ نے ان کی سوچ کی داد دی، دعاء دی۔ کھجوریں کھائی اور پانی پیا۔

کبھی بھولے سے خیال نہیں آتا:

پھر نبی کریم ﷺ نے حضرات شیخین کو متنبہ کیا: یہ اللہ کی ان نعمتوں میں سے ہے جس کے متعلق قیامت کے روز سوال ہوگا ایسی عمدہ کھجوریں، ٹھنڈا پانی اور ٹھنڈی چھاؤں؛ حالاں کہ کئی وقت کے فاقے کے بعد یہ چیزیں ملی تھیں؛ لیکن نبی کریم ﷺ نے ان کی اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

حالت میں بھی اللہ تعالیٰ کے شکر کی جو ذمہ داری ہے اس کی طرف متوجہ فرمایا۔[۱] تو میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت کے متعلق سوال ہوگا۔ ہم لوگ نعمتیں تو خوب استعمال کر رہے ہیں؛ لیکن کبھی بھولے سے خیال نہیں آتا کہ ان کا جواب بھی ہم کو دینا ہے۔

یہ مزاج بدلنے کی ضرورت ہے:

ہمارا عجیب معاملہ ہے! بس مانگتے ہی رہتے ہیں، اور مل جاتا ہے تو شکر ادا کرنے کے بہ جائے ہماری مانگ آگے بڑھتی ہے۔ جیسے گھر سے بھروچ جانے کے لیے نکلیں گے تو دل ہی دل میں دعا کریں گے کہ جلدی سے سواری مل جائے، سواری مل جائے گی تو شکر یہ تو ہماری زبان پر نہیں آئے گا۔ بیٹھنے کے بعد پھر آگے کی دعا کریں گے کہ جلدی وہاں پہنچ جائیں۔ بس! آگے کے مطالبے ہمارے چلتے رہتے ہیں؛ لیکن ان مطالبوں کے اللہ کی طرف سے پورے کیے جانے پر جو شکر ادا کرنا چاہیے وہ ہماری زبان پر نہیں آتا ہے۔ عجیب ہمارا مزاج بنتا جارہا ہے، اس کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ تو میں یہ عرض کررہا تھا کہ باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کے متعلق سوال ہوگا۔

تین دفتر:

چناں چہ ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز بندے کو جب حساب وکتاب کے لیے پیش کیا جائے گا، تو اس کے ساتھ اس کی کارگزاری کے متعلق تین دفتر (رجسٹر) بھی پیش کیے جائیں گے۔ جیسے کسی طالب کو بلایا جاتا ہے تو اس

---

(۱) الشمائل المحمدیة للترمذي (۳۷۳).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کے ساتھ اس کی فائل بھی ساتھ میں رکھی جاتی ہے؛ تاکہ دیکھ لیں کہ ڈیٹا کیا ہے؟ میدان حشر میں بھی بندے کو جب حساب وکتاب کے لیے پیش کریں گے،تو تین دفتر بھی ساتھ میں پیش کیے جائیں گے۔ان میں کیا ہوگا؟

(۱) ایک میں اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا تذکرہ ہوگا، جو اس نے پوری زندگی میں استعمال کیں۔ہمیں تو معلوم بھی نہیں کہ آج تک ہم نے کتنے گھونٹ پانی پیا؟ کبھی حساب لگایا؟؟؟ کوشش بھی نہیں کی،سوچا بھی نہیں کہ ایک ایک گھونٹ کتنا قیمتی ہے؟ لیکن جب پانی میسر نہ ہو،اور پیاس سے واسطہ پڑے تب معلوم ہوتا ہے کہ ایک گھونٹ بھی کتنا قیمتی ہے؟ تو حاصل یہ ہے کہ اس نے پوری زندگی میں جتنی بھی نعمتیں (چھوٹی یا بڑی) استعمال کی ہیں،ان کا تذکرہ اس رجسٹر میں ہوگا۔

(۲) دوسرے رجسٹر میں اس کی عبادات اور طاعات کا تذکرہ ہوگا۔

(۳) تیسرے میں اس کے گناہوں کا تذکرہ ہوگا۔

یہ تینوں رجسٹر بھی پیش کیے جائیں گے،اور اس بندے کو بھی پیش کیا جائے گا۔

تب جان میں جان آئے گی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ نعمتوں کے رجسٹر میں سب سے چھوٹی نعمت سے اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے کہ اس کی عبادتوں میں سے تو اپنی قیمت،اپنا حق وصول کرلے۔ چناں چہ وہ چھوٹی نعمت آگے بڑھے گی اور اس آدمی نے اپنی زندگی میں جتنی بھی عبادتیں کی ہوں گی،وہ سب سمیٹ کر ایک طرف کھڑی ہو جائے گی۔باری تعالیٰ پوچھیں گے کہ کیا بات ہے؟ تو وہ عرض کرے گی:باری تعالیٰ! میں نے اس کی ساری عبادتیں لے لیں،پھر بھی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

میری قیمت وصول نہیں ہوئی۔ جب بندہ یہ منظر دیکھے گا تو لرز جائے گا۔ اب معاملہ ہاتھ سے گیا!!! ساری زندگی کی عبادتوں سے ایک چھوٹی سے چھوٹی نعمت کا بھی حق ادا نہیں کرسکتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جس پر اپنا فضل کرنا چاہیں گے اس سے فرمائیں گے کہ میں نے تیری عبادتوں کو المضاعف کر دیا، دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک۔ اور میں نے تیرے گناہوں کو معاف کر دیا۔ اور اپنی نعمتوں کا میں تجھ سے کوئی حساب نہیں چاہتا۔[۱] جب بندہ یہ سنے گا تب اس کی جان میں جان آئے گی۔ تو قرآن نے ہمیں آگاہ کر دیا ہے کہ اللہ کی ہر نعمت کے متعلق سوال ہوگا۔

پانچ سوال:

چناں چہ اسی سوال سے متعلق ایک روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ہے، جو ابھی آپ کے سامنے پڑھی گئی، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کل کو قیامت کے روز بندے کے قدم اللہ کے حضور سے ہٹ نہیں سکیں گے؛ یہاں تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ وہ پانچ چیزیں کیا ہیں؟:

(۱) عن عمرہ فیم أفناہ (زندگی کے متعلق کہ وہ کہاں ختم کی؟)

دیکھو! اللہ کی سب نعمتوں میں زندگی کی نعمت کے متعلق یوں کہا جاسکتا ہے کہ وہ ساری نعمتوں کی بنیاد اور جڑ ہے۔ وہ ہے تو بندہ باقی نعمتوں سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، وہ نہ ہو تو دوسری نعمتوں سے بھی استفادہ ممکن نہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ کی جتنی نعمتیں ہیں، ان سب کی بنیاد اور جڑ زندگی ہے۔ تو پہلا سوال اس کے متعلق ہوگا۔

---

(۱) الآثار لأبي يوسف (۱/۲۰۴ [۹۱۵]) و مسند البزار (۱۳/۹۹ [۶۴۶۲]) و المجالسة وجواهر العلم للدينوري المالكي (۱/۲۹۱ [۵]) ومسند أبي حنيفة رواية أبي نعيم (۱/۲۰۲) والترغيب والترهيب للمنذري (۵۴۴۹) (ت. إبراهيم شمس الدين).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

جوانی دیوانی:

(۲)وعن شبابه فيم أبلاه (جوانی کے متعلق سوال ہوگا کہ آپ نے اس جوانی کو کہاں پرانا کیا؟ کہاں گھسا؟ کہاں ختم کیا؟ کہاں استعمال کیا؟)(تخریج خطبے میں گذر چکی ہے)۔

جوانی عمر کا ایک مقررہ حصہ ہے، جب عمر کے متعلق سوال کا تذکرہ ہوگیا تو جوانی اس میں خود بہ خود آجاتی ہے؛ لیکن شراح حدیث فرماتے ہیں کہ چوں کہ زندگی کے تمام ادوار میں سب سے بہترین دور، جس میں آدمی کی صلاحیتیں بہت اعلیٰ پیمانے پر ہوتی ہیں، وہ جوانی کا دور ہے، اس لیے اس کے متعلق الگ سوال ہوگا۔ جیسے کسی باپ نے اپنے بیٹے کو بہت ساری جائیداد (گھر، دکان، فیکٹری) عطا کی ہو، لیکن ایک جائیداد ایسے پوش ایریا میں تھی کہ ساری دنیا کی نگاہیں اس پر لگی ہوئی تھیں کہ کون قسمت والا ہے؟ کس کی ہے؟ تو ابّا نے دوسری جائیداد کے ساتھ یہ بھی بیٹے کو دی۔ تو جب ابّا بیٹے سے تمام جائیداد کا حساب لیں گے، تو اس جائیداد کا الگ سے حساب لیں گے، اس کی اہمیت کے پیش نظر۔ تو اسی طرح زندگی کے ادوار میں جوانی کا زمانہ ایسا ہے جس میں آدمی کی صلاحیتیں، آدمی کے قویٰ، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ دیا جاتا ہے وہ سب اعلیٰ پیمانے پر ہوتا ہے، اس لیے اس کے متعلق الگ سوال ہوگا۔ اسی لیے وہ نوجوان جو اپنی جوانی کے زمانے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری کا اہتمام کرتا ہے، اس کی اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں بڑی قدر وقیمت ہوتی ہے۔

سات قسمت وَر:

حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے: سبعة يظلهم الله في ظله يوم لا ظل إلا ظله (سات آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے سایے میں اس وقت جگہ دیں گے جب اللہ کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

سایے کے علاوہ اورکوئی سایہ نہ ہوگا) ہم اور آپ بچپن سے سنتے چلے آئے ہیں کہ قیامت کے روز میدان حشر میں سورج ایک میل کی اونچائی پر ہوگا۔آج جب سورج زمین سے نو کروڑ تینتیس لاکھ (9,33,00000) میل دور ہے، پھر بھی گرمی کا عالم یہ ہے کہ ہم سے برداشت نہیں ہوتی ہے، اے سی میں بیٹھ کر بھی ہم پریشان ہو جاتے ہیں، تو وہاں جب کہ سورج ایک میل کی دوری پر ہوگا، اور بدن پر ایک چیتھڑا بھی نہیں ہوگا۔قرآن کہتا ہے: كَمَا بَدَأْنَآ أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ (الانبیاء: ۱۰۴) (ہم نے جس طرح شروع میں تم کو پیدا کیا، دوبارہ زمین سے اسی طرح نکالیں گے) بچہ پیدا ہوتا ہے تو کپڑے پہن کر نہیں آتا، بلکہ برہنہ جسم آتا ہے۔پاؤں میں جوتے پہن کر نہیں آتا، بلکہ برہنہ پاؤں آتا ہے۔

بخاری شریف کی روایت میں ہے: حفاۃً عراۃً غرلاً (ننگے جسم، ننگے پاؤں، ختنہ کے بغیر) ختنہ کی چمڑی تو بعد میں کاٹی جاتی ہے۔تو قبر سے بھی اسی حالت میں نکالے جائیں گے۔ جب جسم پر کچھ نہیں ہوگا، اور سورج ایک میل کی اونچائی پر ہوگا، تو گرمی کا کیا عالم ہوگا؟

پسینے کا سیلاب:

حدیث شریف میں ہے۔ہر آدمی اپنے گناہوں کے بقدر پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا۔[۱] پسینے کی ایک مقدار تو وہ ہوگی جو زمین میں جذب ہو چکی ہوگی۔زمین میں ستر (۷۰) ہاتھ پسینہ تو جذب ہو گیا ہوگا۔[۲] یہ اوپر کا پسینہ ہے جس میں لوگ ڈوبے ہوئے ہیں۔کوئی ٹخنوں تک، کوئی گھٹنوں تک، کوئی کمر تک، کوئی کان تک پسینے میں ڈوبا ہوا ہے۔ایسے موقعے پر ایک سایہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے پیدا فرمائیں گے، اس میں اس کو جگہ دیں گے۔جس کو

---

(۱) صحيح مسلم (۶۲/ ۲۸۶۴).

(۲) صحيح البخاري (۶۵۳۲).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

عرش کے سایے سے تعبیر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے سایے میں:

لیکن حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: دوسری حدیث میں جہاں آتا ہے: يظلهم الله يوم القيامة في ظله يوم لا ظل إلا ظله. تو عرش بھی ایک نورانی چیز ہے، اس کا سایہ کہاں سے ہوگا؟ تو دراصل اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنا سایہ شرف اور بزرگی کے طور پر کہا ہے۔[۱] جیسے مسجد کو اللہ کا گھر کہا جاتا ہے، تو یہ اضافت تعظیم وتشریف کے لیے ہے۔ایسے ہی اس سایے کی اللہ کی طرف اضافت تعظیم وتشریف کے لیے کی گئی ہے۔ بھائی! اُس سایے میں رہنا ہے یا نہیں؟ رہنا ہے تو اس حدیث میں ان سات آدمیوں کا تذکرہ ہے، اس کے علاوہ بھی مختلف احادیث ہیں۔ چالیس سے زیادہ تعداد ایسے افراد کی ہے جن کو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اپنے سایے میں جگہ دیں گے۔ بھائی! کوشش کریں، اس کو معلوم کریں، اور ایک دو ایسی چیز کا اہتمام بھی کریں کہ وہاں بچاؤ ہو جائے۔

در جوانی توبہ کردن......:

ہم اور آپ یہاں جمع ہوئے ہیں،تو رجلان تحابا في الله اجتمعا عليه وتفرقا عليه کہ اللہ کی بنیاد پر دونوں نے محبت کی، اسی پر جمع ہوئے، اسی پر الگ ہوئے۔ میرا اور آپ کا یہاں کا تعلق کیا ہے؟ نہ مجھے آپ سے کچھ لینا دینا ہے، نہ آپ کو مجھ سے اپنا کچھ کام کروانا ہے۔بس! اللہ کی نسبت پر یہاں جمع ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ اسی کو ہمارے لیے نجات کا ذریعہ بنادے۔

---

(۱)فيض الباري للكشميري(۲/۳۵۱).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اُن سات آدمیوں میں ایک ہے شاب نشأ في عبادة الله (وہ نوجوان جو پروان چڑھا،جس کی اٹھان اورنشونما اللہ کی عبادت میں ہوئی ہو)[۱] ہمیں چاہیے کہ اپنی اولاد کی بچپن سے ایسی تربیت کریں کہ ہماری اولاد اسی کا مصداق بنے۔ اگر ہم میں کچھ کوتاہی اور قصور رہ گیا ہے تو کوشش یہ ہو کہ ان میں کوئی کوتاہی اور قصور نہ رہنے پائے۔ تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ نوجوانی میں اللہ کی عبادت اور اللہ کی اطاعت وفرماں برداری کا اہتمام ایک ایسی نعمت اور ایسی چیز ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں اس کی بڑی قدر وقیمت ہے۔ اسی لیے جوانی کے متعلق الگ سوال ہوگا۔

بس مال ملنا چاہیے:

تیسرا اور چوتھا سوال مال کے متعلق ہے: وعن ماله من أين اكتسبه و فيم أنفقه (کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟) (تخریج خطبے میں گذر چکی ہے) گویا آپ کے کمانے کے ذرائع کیا تھے؟ وہ بھی پوچھا جائے گا۔ شریعت نے جن صحیح اور جائز طریقوں سے کمانے کی اجازت دی تھی ان کے مطابق مال حاصل کیا ہے، یا حلال وحرام اور جائز وناجائز کی تمیز کیے بغیر بس مال سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔ تو پہلا سوال اس کا ہوگا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باقاعدہ پیشین گوئی فرمائی ہے، بخاری شریف کی روایت ہے:

يأتي على الناس زمان لايبالي المرء ما أخذ منه أمن الحلال أم من الحرام (ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی جب مال حاصل کرے گا تو اس بات کی پرواہ نہیں کرے گا کہ کیسے حاصل کیا ہے؟ حلال طریقے سے یا حرام طریقے سے؟)[۲] بس! مال آوے۔ آج ہم اور

---

(۱) صحيح البخاري (۶۶۰، ۱۴۲۳، ۶۴۷۹، ۶۸۰۶) وصحيح مسلم (۹۱-۱۰۳۱).

(۲) صحيح البخاري (۲۰۵۹).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

آپ اسی زمانے سے گزر رہے ہیں۔بس! مال ملنا چاہیے، کتنا بھی کہو، ماننے کے لیے تیار نہیں۔پھر جائز طریقے سے حاصل کرنے کے بعد خرچ کہاں کیا؟

ایک غلط فہمی:

بہت سے لوگوں کو غلط فہمی ہوتی ہے، مال کو اسراف اور فضول خرچی کے طور پر بے دریغ خرچ کرتے ہیں، جب ان کو متنبہ کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ مولانا! ہم نے حلال طریقے سے، محنت سے کمایا ہے۔ارے بھائی! ہم کہاں کہتے ہیں کہ آپ نے حرام طریقے سے کمایا ہے؛لیکن اس حلال طریقے سے کمائے ہوئے مال کے متعلق بھی ہمیں بتلایا گیا ہے کہ اس کا بھی حساب دینا پڑے گا۔یوں مت سمجھنا کہ آپ اپنی مرضی سے خرچ کرسکتے ہیں۔

چاہے بہتی نہر کے کنارے پر ہو:

شریعت مطہرہ نے وضو جیسی عبادت میں بھی پانی کے ضرورت سے زیادہ استعمال کی اجازت نہیں دی۔حضرت سعدؓ وضو فرمارہے تھے،اور پانی زیادہ استعمال ہو رہا تھا تو نبی کریم ﷺ نے تنبیہ فرمائی: ماھذا السرف یا سعد؟ (اے سعد! پانی میں یہ فضول خرچی کیسی؟) تو حضرت سعدؓ سوال کرتے ہیں کہ یارسول اللہ! أفي الوضوء سرفٌ؟ (کیا وضو میں بھی فضول خرچی ہوتی ہے؟) یہ تو عبادت ہے!!! جتنا پانی خرچ ہوا تنا نورٌ علیٰ نور ہونا چاہیے!!! نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نعم! ولو کنت علیٰ نھرٍ جارٍ (جی ہاں! وضو میں بھی فضول خرچی ہے، چاہے تم بہنے والی نہر پر بیٹھ کر وضو کر رہے ہو)[1] وہاں بھی ضرورت سے

---

(١) مسند أحمد (٧٠٦٢) وسنن ابن ماجه (٤٢٥).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

زائد پانی استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔اسی کو اسراف کہتے ہیں۔

اسراف اور تبذیر میں فرق:

آدمی جائز کام میں ضرورت سے زیادہ استعمال کرے،وہ اسراف ہے۔اور حرام چیز میں فضول خرچی کو تبذیر کہتے ہیں۔ہم اردو اور گجراتی زبان میں دونوں کا ترجمہ فضول خرچی کرتے ہیں؛لیکن یہ زائد استعمال حلال کام میں ہے تو عربی میں اس کو اسراف کہتے ہیں،اور اگر یہ استعمال حرام کام میں ہے تو تبذیر ہے۔ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ.(الاسراء:٢٧)

بہت اونچا مقام:

پانچواں سوال، جو آپ حضرات (دورۂ حدیث کی تکمیل کرنے والوں) سے تعلق رکھتا ہے۔ماذا عمل فیما علم (آپ نے جو علم حاصل کیا اس پر کتنا عمل کیا؟)اسی لیے میں نے یہ حدیث پڑھی تھی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو علم کی دولت سے نوازا ہے۔یہ بہت بڑی نعمت ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی۔وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا (البقرۃ:٢٦٩) (جس کو حکمت یعنی دین کا علم دیا گیا اس کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے بہت زیادہ مقدار میں خیر اور بھلائی دی گئی)۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:من یرد اللہ بہ خیرًا یفقھہ فی الدین (اللہ تبارک و تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کثیر یا خیر عظیم کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرماتے ہیں)[1] واقعہ یہ ہے کہ علم دین اللہ تبارک وتعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔دنیا کی کوئی دوسری

---

(١)صحیح البخاري(٩١، ٣١١٦، ٣١٢، ٧٣١٢)وصحیح مسلم(٩٨، ١٠٠، ١٧٥/ ١٣٧)وغیرھما.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

نعمت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ جن لوگوں نے کتاب اللہ اور قرآن کریم سے اپنا تعلق پیدا کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب کو پوری امت کا مکھن (Cream) قرار دیا ہے۔ خیر کم کا لقب دیتے ہوئے فرمایا: خير كم من تعلم القران وعلمه۔ تعلم میں سب کچھ آ جاتا ہے، قرآن کریم کو سیکھا اور سکھایا۔ [1] یہ وہ لوگ ہیں جو پوری امت کا خلاصہ ہیں، جوہر ہیں، کریم (Cream) ہیں، یہ بہت اونچا مقام ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو علم دین کے ذریعے عطا فرمایا ہے۔ اس لیے ضرورت ہے کہ اب اس کا حق ادا کیا جائے۔

علم کے دو حق:

علم کا کیا حق ہے؟ علم کے دو حق ہیں:

(۱) آدمی خود اپنے علم پر عمل کرنے کا اہتمام کرے۔

(۲) اللہ کے دوسرے بندوں تک پہنچانے کا اہتمام کرے۔

چناں چہ احادیث میں یہ چیزیں صراحۃً موجود ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت آپ نے ترمذی شریف میں پڑھی ہوگی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: من يأخذ عني هؤلاء الكلمات فيعمل بهن أو يعلم من يعمل بهن (کون ہے جو میری ان باتوں کو مجھ سے حاصل کرے اور ان پر عمل کرے یا کسی ایسے آدمی کو سکھلائے جو ان پر عمل کرنے والا ہو۔ راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قلت: أنا يا رسول الله (میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں ہوں)۔ [2]

---

(۱) صحيح الخاري (۵۰۲۷) وسنن أبي داود (۱۴۵۲) وسنن الترمذي (۲۹۰۷، ۲۹۰۹).

(۲) سنن الترمذي (۲۳۰۵) والمعجم الأوسط للطبراني (۷۰۵۴).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

روایت کے الفاظ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مجلس میں حضرت ابو ہریرہؓ کے علاوہ کوئی اور موجود نہیں ہوگا۔ ورنہ آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلیں: من يأخذ عني هؤلاء الكلمات اور أنا کہنے والے فقط حضرت ابو ہریرہؓ ہوں! دوسرا کوئی نہ ہو! درس گاہ میں استاذ جب چھوٹے چھوٹے بچوں سے پوچھتا ہے کہ میرے سوال کا کون جواب دے گا؟ تو سب بچے کہتے ہیں: میں دوں گا، میں دوں گا اگر حضور اکرم ﷺ کے عاشقین کی اس جماعت میں حضرت ابو ہریرہؓ کے علاوہ اور لوگ موجود ہوتے، تو یہ ناممکن تھا کہ اکیلے حضرت ابو ہریرہ أنا کہتے؛ بلکہ سبھی کہتے؛ لیکن چوں کہ عام طور پر ایسا ہوتا تھا کہ حضرت ابو ہریرہؓ تنہا وہاں موجود ہیں۔

ابو ہریرہؓ کثیر الروایات؛ کیوں؟

آپ نے بخاری شریف کتاب العلم میں روایت پڑھی ہوگی کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: لوگ کہتے ہیں: أكثر أبو هريرة (ابو ہریرہ حضور ﷺ کے بہت سارے ارشادات نقل کر رہے ہیں) جو ہم میں سے کوئی بیان نہیں کرتا)[۱] پتہ نہیں ان کے پاس احادیث کا اتنا بڑا بھنڈار، ذخیرہ کہاں سے آ گیا؟ اس پر حضرت ابو ہریرہؓ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ بھائی! دیکھو! میرے مہاجرین بھائی تو تجارت پیشہ تھے، وہ اپنی تجارت کی وجہ سے بازار میں مشغول رہتے تھے۔ اور میرے انصار بھائی زراعت پیشہ تھے، وہ اپنی کھیتی باڑی میں مشغول رہتے تھے، ابو ہریرہ خالی پیٹ حضور ﷺ کے پاس تن تنہا ہوا کرتا تھا۔ اور کثرت سے آپ ﷺ کی مجالست اختیار کرتا تھا۔ پھر ایک دن حضور ﷺ نے فرمایا: جو کوئی آدمی اپنی چادر کو اس طرح بچھائے گا، اور میں جو باتیں عرض کروں، اس کے بعد وہ

---

(۱) صحيح البخاري (۱۱۸).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اسے اپنے سینے سے ملائے گا وہ کبھی کوئی بات بھول نہیں سکے گا۔ چناں چہ میں نے اپنی چادر پھیلائی اور اپنے سینے سے لگالی، اس کے بعد میں کوئی چیز نہیں بھولا......[١] اس مجلس میں بھی حضرت ابو ہریرہؓ اکیلے ہی تھے۔

تو میں یہ عرض کرنے جارہا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کون ہے جو مجھ سے ان باتوں کو سیکھے اور اس پر عمل کرے، یا کسی ایسے بندے کو بتلائے جو ان پر عمل کرنے والا ہو۔ دو باتیں ارشاد فرمائیں: (١) خود اس پر عمل کرنا (٢) دوسروں تک پہنچانا۔ معلوم ہوا کہ یہی دونوں علم کے بھی حق ہیں۔

خود فراموشی:

مولانا مفتی محمد تقی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں جب ہم اپنے بچوں اور طلبہ سے سوال کرتے ہیں کہ تم کس لیے پڑھتے ہو؟ تو جواب میں کہتے ہیں کہ حضرت! ہم لوگوں تک یہ ساری باتیں پہنچائیں گے۔ تو وہ اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں!!! پہلا درجہ یہ ہے کہ سیکھے اور اس پر عمل کرے، اس کے بعد دوسروں تک پہنچانے کا نمبر آتا ہے؛ لیکن ذہن میں یہی ہے کہ دوسروں کو پہنچانا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خود فراموشی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

کسی آدمی نے علم حاصل کیا اور اس پر عمل نہیں کیا، تو حدیث پاک میں اس پر کتنی سخت وعیدیں آئی ہیں۔ حضرات صحابہؓ کی زندگیوں کا مطالعہ کرتے ہیں، چاہے وہ مرد ہو، یا عورت، بچہ ہو، یا جوان، ہر ایک کا عام مزاج یہ تھا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے کچھ سنتے تھے فوراً اس پر عمل کا اہتمام ہوا کرتا تھا۔ بچے بچے بھی اس کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔

---

(١) مسند أحمد (٧٢٧٦، ٧٧٠٥) وصحيح البخاري (١١٨).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہر ایک کا یہی مزاج تھا:

حضرت ام سلمہؓ کے شوہر ابو سلمہؓ کے انتقال کے بعد جب ان کا نکاح نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہوا، تو بچے عمر بن ابو سلمہ اور ان کی بہن حضور ﷺ کی پرورش میں آئیں، تو یہ حضور ﷺ کے ساتھ رہتے تھے، عمر فرماتے ہیں کہ میں بچہ تھا، حضور ﷺ کے ساتھ کھانے کے لیے بیٹھا، بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ سب جگہ ہاتھ مارتے ہیں، میں نے اسی طرح ہاتھ مارنا شروع کیا۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یا غلام! سم اللہ و کل بیمینك و کل مما یلیك (اے چھوکرے! جب تم کھانے کے لیے بیٹھو تو پہلے بسم اللہ پڑھو، اس کے بعد دائیں ہاتھ سے کھاؤ، اور اپنے سامنے سے کھاؤ) تین ہدایتیں فرمائیں۔ اس واقعے کو نقل کرنے کے بعد بخاری شریف کی اسی روایت میں حضرت عمر بن ابو سلمہؓ کا مقولہ ہے: فما زالت تلك طعمتي بعد (حضور ﷺ کا یہ ارشاد سننے کے بعد میرے کھانے کا طریقہ یہی ہو گیا)[1] یہ تو بچے تھے؛ لیکن ہر ایک کا یہی مزاج تھا۔

یہ تو تربیت ہے:

حضرت حسنؓ نبی کریم ﷺ کے نواسے ہیں، چوں کہ حضور ﷺ کے گھر میں صدقات کی کھجوروں کا بھی ڈھیر لگا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک آدھ کھجور لے کر منہ میں ڈال دی جب منہ میں ڈالی اس وقت نبی کریم ﷺ کی توجہ نہیں تھی؛ لیکن بچے جب میٹھی چیز کھاتے ہیں تو منہ سے رال ٹپکتی ہے، جب رال ٹپکنے لگی تو حضور ﷺ نے محسوس کیا کہ ان کے منہ میں کھجور ہے،

---

(١) مسند أحمد (١٦٣٣٠ - ١٦٣٣٢، ١٦٣٣٤، ١٦٣٣٨ - ١٦٣٤٠) وصحيح البخاري (٥٣٧٦، ٥٣٧٨) وسنن أبي داود (٣٧٧٧) وسنن ابن ماجه (٣٢٦٧).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

فوراً انگلی ڈال کر ان کے منہ سے کھجور نکالی، اور فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ ہم لوگ صدقہ نہیں کھاتے؟ حالاں کہ حضرت حسنؓ اس وقت ۳-۴ سال کے تھے، صدقہ کیا چیز ہے؟ ہدیہ کیا چیز ہے؟ صدقہ اور ہدیہ میں کیا فرق ہے؟ وہ نہیں جانتے تھے؛ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جملہ ارشاد فرمادیا۔[1]

ہمارے یہاں بچوں کی تربیت کے سلسلے میں کیا ہے؟ کہ ایسا کوئی ۳-۴ سال کا بچہ ہو، اور ایسا کچھ کھا رہا ہو، اور اس پر تنبیہ کی جاتی ہے، تو دوسرے لوگ اس پر تنبیہ کرنے والے کو تنبیہ کرتے ہیں کہ مولانا! یہ تو بچہ ہے، آپ اس کو کیا کہتے ہو؟ بچہ ہے، مارنا نہیں ہے، صرف کہنا ہے، کہنے میں تو کوئی گناہ نہیں ہے نا!!! کہنے پر بھی آپ کو اشکال ہے کہ کیوں کہا؟ یہ تو تربیت ہے!!!

حالاں کہ ابھی میں نے کہا کہ حضرت حسنؓ عمر کی جس منزل میں تھے، ۴/سال کے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس جملے کا مطلب وہ اس وقت نہیں سمجھے تھے، یقیناً نہیں سمجھے تھے؛ لیکن بڑوں کی طرف سے بچپن میں ایسی کوئی چیز کہی جاتی ہے تو چاہے مطلب سمجھ میں نہ آئے لیکن وہ بات دماغ میں بیٹھ جاتی ہے، كالنقش في الحجر (پتھر کی لکیر کی طرح)۔ تو بڑے ہونے کے بعد یہی جملہ حضرت حسنؓ نقل کر رہے ہیں۔ اب سمجھ میں آیا کہ اس کا مطلب کیا تھا؟ تو تربیت اسی طرح ہوا کرتی ہے۔

تبلیغ؛ اہم ذمہ داری:

میں تو عرض یہ کرنا چاہتا تھا کہ حضرات صحابہؓ کا مزاج یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

---

(١) صحيح البخاري (١٤٩١، ٣٠٧٢).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

زبان مبارک سے جو کچھ سنتے تھے،فوری طور پر اس پر عمل کا اہتمام ہوتا تھا،اور دوسرے بندوں تک پہنچانے کا بھی اہتمام ہوتا تھا۔ چناں چہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں تک فرمایا،جیسا کہ آپ نے بخاری شریف میں پڑھا ہوگا: بلغوا عني ولو اٰية (میری طرف سے دین کی باتیں اللہ کے دوسرے بندوں تک پہنچاؤ، چاہے وہ قرآن پاک کی ایک آیت ہی کیوں نہ ہو)[1] اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے وقت خطبے میں بھی ارشاد فرمایا، اور حجۃ الوداع کے خطبے میں بھی ارشاد فرمایا: ليبلغ الشاهد الغائب[2] دونوں ارشاد موجود ہیں بخاری شریف ہی میں دونوں موجود ہیں۔تو جو لوگ میری اس مجلس میں موجود ہیں وہ میری ان باتوں کو ان لوگوں تک پہنچائیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ چناں چہ حضرات صحابہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد پر ایسا عمل کیا،ایسا عمل کیا کہ آج اتنی صدیاں بیت جانے کے بعد بھی ہم تک یہ ساری باتیں،اسی انداز میں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمائی تھیں پہنچیں،اور ہم ان کا تذکرہ کر رہے ہیں۔

ان پر لعنت ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت،جس کا میں نے ابھی شروع میں تذکرہ کیا تھا،اس وقت لوگوں نے جب اعتراض کیا کہ یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات بہت نقل کرتے ہیں، تو انہوں نے عرض کیا کہ اگر قرآن پاک کی دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں کبھی بھی ان باتوں کو بیان نہ کرتا۔قرآن پاک میں تنبیہ فرمائی گئی ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَ الْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴿١٥٩﴾ اِلَّا

---

(١) صحيح البخاري (٣٤٦١).

(٢) صحيح البخاري (٦٧، ٤٤٠٦، ٥٥٥٠، ٧٤٤٧) وصحيح مسلم (١٦٧٩/٢٩).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ بَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ(البقرة: ١٥٩- ١٦٠) (ہم نے ان کو جو احکامات اور ہدایت کی جو باتیں واضح طور پر بیان کی ہیں، تو ہمارے قرآن میں واضح بیان کرنے کے بعد اور سیکھ لینے کے بعد بھی جو لوگ ان کو چھپاتے ہیں، لوگوں کے سامنے پیش نہیں کرتے، ان پر اللہ کی لعنت، اور لعنت کرنے والوں کی لعنت) البتہ آگے ہے: اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ بَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ (جو لوگ اس حرکت سے باز آجائیں اور اپنا حال ٹھیک کرلیں اور لوگوں کے سامنے بیان کرنا شروع کردیں، جو کوتاہی کی تھی اس کی تلافی کرلیں تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف کردیں گے) یہ ہے دوسرے بندوں تک پہنچانے کا اہتمام۔ ہمارے اکابر کا یہ طریقہ کار رہا ہے۔

دعوت کے انتظار میں نہ رہیں:

آپ جو کچھ پڑھ کر جارہے ہیں تو اس کو پہنچانے کے لیے آپ اس بات کے انتظار میں نہ رہیں کہ کسی مدرسے کے منتظمین آپ کو دعوت دیں کہ حضرت تشریف لائیے، ہمارے یہاں مشیختِ حدیث خالی ہے، اسے آپ رونق بخشیے۔ اس انتظار میں کہ کہیں سے بخاری پڑھانے کی دعوت مل جائے تو ہی جاؤں گا، پڑھاؤں گا تو بخاری؛ ورنہ کچھ پڑھانا نہیں ہے، ایسا مت سوچنا، اس غلط فہمی میں مت رہنا؛ بلکہ اللہ ہم سے جو خدمت لے لے وہی بڑی سعادت کی بات ہے۔

کام نہیں؛ اخلاص دیکھا جاتا ہے:

حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے خاص شاگرد شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کو تاکیداً نصیحت کی تھی پڑھانے کا سلسلہ مت چھوڑنا، چاہے ایک شاگرد ہو۔ ایک ہو تو اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کو بھی پڑھانا۔ جس زمانے میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی مراد آباد جیل میں تھے، تو دار العلوم دیوبند کے مہتمم حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ ان کی ملاقات کے لیے مراد آباد گئے۔ تو دوران گفتگو انہوں نے حضرت سے پوچھا کہ آج کل کیا سلسلہ ہے؟ تو حضرت نے جواب میں فرمایا کہ میں قیدیوں کو قاعدۂ بغدادی پڑھا رہا ہوں۔ یہ جواب سن کر حضرت مہتمم صاحب نے فرمایا: واہ بھئی! واہ! دیوبند میں تو آپ بخاری شریف پڑھاتے ہیں اور یہاں قاعدۂ بغدادی پڑھاتے ہیں؟ تو حضرت شیخ الاسلامؒ نے کیا جواب دیا؟ اس کو نوٹ کر لینے کی ضرورت ہے کہ ہمارا کام تو پڑھانا ہے، بخاری پڑھنے والے ملیں گے تو ان کو بخاری پڑھائیں گے، اور قاعدۂ بغدادی پڑھنے والے ملیں گے تو ان کو قاعدۂ بغدادی پڑھائیں گے۔ قاعدۂ بغدادی پڑھائیں گے تو بھی ہم اپنا فریضہ بلغوا عني ولو أية اور ليبلغ الشاهد الغائب ادا کریں گے، اور بخاری پڑھائیں گے تب بھی، دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ کام کی نوعیت نہیں دیکھی جاتی، اخلاص دیکھا جاتا ہے کہ آپ کام کس طرح انجام دے رہے ہیں؟

کسی کا حوصلہ ہو تو آجائے!:

ہم اپنے اکابر کی زندگیوں کا مطالعہ کریں۔ ہمارے حضرت مفتی محمود حسن صاحب نور اللہ مرقدہ اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا حامد حسن صاحبؒ کا واقعہ بیان کرتے تھے، ان کے والد حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد تھے، دیوبند سے فارغ ہوئے تھے، اور شیخ الہندؒ نے کو ضلع بجنور کے ایک قصبہ نہٹور کے لیے ان کو تجویز کیا، کہ یہاں دین کی خدمت انجام دو، وہاں ان کا پڑھانے کا سلسلہ تھا۔ اور ایسی استقامت اور استغنا کے ساتھ کہ ہم اور آپ تو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

سوچ بھی نہیں سکتے۔ حضرت فرماتے ہیں، چوں کہ ہمارے اکابر کا ان سے تعلق تھا اور یہ اس زمانے کی بات ہے جب ملک آزاد نہیں ہوا تھا، جنگ آزادی کا سلسلہ چل رہا تھا، کانگریس و لیگ کے اختلافات عروج پر تھے، اور یہ ہمارے اکابر سے جڑے ہوئے تھے؛ اس لیے کانگریسی تھے۔ ایسے لوگ تھے جو اُن سے کہا کرتے تھے کہ میں نے بندوق رکھ رکھی ہے اس کے ذریعہ سے میں تم کو ختم کروں گا۔ تو حضرت فرماتے تھے کہ کوئی بات نہیں! میں اپنے گھر کو کبھی کنڈی نہیں لگاتا، تاکہ کسی کا ایسا حوصلہ ہو تو وہ آجائے۔ کیسی ہمت کی بات ہے!

مولانا حامد حسن صاحب کا استغناء:

استغنا کا عالم یہ تھا کہ حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے تھے کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کا جب نہٹور کا دورہ ہوتا تھا، تو جس مدرسے میں حضرت مفتی صاحب کے والد صاحب پڑھاتے تھے، اس مدرسے کے مہتمم بھی عالم تھے، اور ان کا اپنا ذریعۂ معاش کھیتی باڑی تھا، خود ہی کھیتی کرتے تھے، تو ان کے ہاں حضرت مدنیؒ کا قیام ہوتا تھا، تو وہ مہتمم صاحب حضرت کے والد صاحب مولانا حامد حسن صاحبؒ کو بھی کھانے پر مدعو کرتے تھے؛ لیکن یہ کبھی کھانے میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ تو خود مہتمم صاحب نے حضرت مدنیؒ سے شکایت کی کہ آپ ان سے کہیے۔ میں ان کو کھانے کے لیے باصرار دعوت دیتا ہوں۔ کیا میری آمدنی حرام کی ہے؟ میری اپنی ذاتی زمین ہے، میں خود کھیتی کرتا ہوں، اور اس کے ذریعے جو پیداوار ہوتی ہے، اس کی دعوت کرتا ہوں، یہ کیوں شریک نہیں ہوتے؟ آپ ان سے پوچھیے۔ حضرت مدنیؒ کچھ بولتے نہیں تھے، صرف ان کی طرف دیکھتے تھے، تو وہ جواب میں فرماتے کہ آپ تو مہمان ہیں، اس لیے یہاں کھاتے ہیں۔ میں تو یہاں کا رہنے والا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہوں، مجھے کیا ضرورت ہے آپ کے ہاں کھانا کھانے کی؟ کوئی دعوت دیتا تھا تو گھر پر کھانے نہیں جاتے تھے، کوئی کھانا بھیج دیتا تو پڑوس میں ایک غریب تھا اس کو دے دیتے تھے۔

حضرت کو کیا منہ دکھاؤں گا:

خیر انہوں نے زندگی بھر وہاں پڑھایا۔ حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں: جب حضرت والد صاحب کی عمر زیادہ ہوگئی، بڑھاپا آ گیا، کمزوری آ گئی تو میں (حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ) مظاہر علوم سہارنپور میں پڑھاتا تھا، میں نے والد صاحبؒ کو خط لکھا کہ حضرت! آپ کی عمر زیادہ ہوگئی ہے، اب آپ وہاں رہنے کے بہ جائے وطن گنگوہ میں تشریف لے آئیے۔

تو انہوں نے پہلے جواب نہیں دیا، پھر جواب آیا کہ یہاں میرے اوپر ایک قرضہ ہے، جب تک میں اس سے سبک دوش نہ ہو جاؤں کیسے آ سکتا ہوں؟

ہمارے حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں: میں ایک دن کی چھٹی لے کر سہارنپور سے نہٹور گیا، اور والد صاحب سے کہا کہ آپ کا جو قرضہ ہے اس کی لسٹ مجھے نام کے ساتھ دے دیجیے، میں اس کو اپنے ہاتھوں سے ادا کر دوں گا، اور جو بچ جائے گا اس کی ذمہ داری میں لے لوں گا۔ تو کہا، وہ تو کچھ نہیں، دو چار آنے ہیں۔ وہ تو نہ آنے کا بہانہ تھا۔ معلوم ہوا قرضہ کوئی زیادہ نہیں ہے۔

تو پھر میں نے کہا کہ آپ تشریف لے آئیے۔ تو کہا کہ میرے پاس کچھ بچے ہیں جو مجھ سے پڑھتے ہیں۔ تو میں نے کہا: وطن آ جائیے، وہاں کچھ بچے آپ کے حوالے کر دیں گے، آپ وطن میں رہتے ہوئے ان کو پڑھاتے رہیے۔ حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہیں: جب ان کے سارے اعذار اور بہانے ختم کردیے، تو آخر میں ایک بات کہی کہ حضرت شیخ الہندؒ نے مجھے یہاں بھیجا ہے، یہاں بٹھایا ہے، اگر یہاں سے آگیا تو کل کو میدان حشر میں حضرت کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ یہ ہمارے اکابر تھے کہ ان کے بڑے جہاں رکھتے وہیں کے ہوجاتے۔ ان کا وہیں انتقال ہوا، وہیں دفن ہوئے۔ آج ہمارے اندر یہ جذبہ نہیں رہا۔ ہمارے بڑوں نے جس انداز سے دین کی خدمات انجام دی ہیں وہ جذبہ نہیں رہا۔ کوئی غرض نہیں، کوئی مفاد پرستی نہیں، بس! ہمارے بڑوں کا حکم ہے اور اس پر اپنے آپ کو قربان کردیا۔

......تو مدرسے میں کیوں بھیجا؟:

ہمارے یہاں تو بڑے ہمارے سامنے ہاتھ جوڑتے ہیں کہ یہاں اچھی جگہ ہے، یہاں پڑھاؤ بیٹا! تو یہ الٹا کہتے ہیں کہ میرا تو پاسپورٹ بن گیا ہے، اور فلاں جگہ سے میری دعوت آچکی ہے، میرے ابّا یوں کہتے ہیں۔ ان ابّاؤں سے بھی میں کہوں گا، میں سمجھتا ہوں ان سب کے والی موجود ہوں گے کہ آپ نے جس دن اپنے بچے کو مدرسے میں پڑھنے کے لیے بھیجا تھا، اس دن سے آپ نے اپنے بچے کو اللہ تعالیٰ کے لیے وقف کردیا، اب ان سے دنیا کی اور کوئی امید نہ رکھیے۔ ان کو دین کی خدمت کرنے کا موقع دیجیے، ان کی راہ میں رکاوٹ بننے کی ضرورت نہیں ہے۔

ہمارے بہت باصلاحیت طلبہ، بیچارے چاہتے ہیں کہ علم کی خدمت میں لگیں؛ لیکن گھر والوں کا، والدین کا تنا اصرار ہوتا ہے، اور ''میں حکم دیتا ہوں''، ایسی باتیں کرتے ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ جب آپ کو اپنی جہالت ہی کے مطابق اس کو چلانا تھا تو مدرسے میں کاہے کو بھیجا؟ علم کاہے کو حاصل کروایا؟ اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ ان ہی میں سے جب کسی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کا نکاح ہوتا ہے تو وہی ساری رسمیں جو شریعت کے خلاف ہیں، ماں باپ کروا رہے ہیں۔ یہ بیچارہ سچے دل سے یہاں سے پڑھ کر گیا ہے، ناممکن ہے کہ مدرسے میں پڑھا ہو، اور وہ ان رسموں کے مطابق عمل کرے۔ بالکل نہیں، وہ نہیں چاہتا، منع کرتا ہے، کہتا ہے کہ ابّا! شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی۔ تو کہتے ہیں کہ نہیں! یہ کام کرنا پڑے گا؛ ورنہ میرے گھر سے نکل جا، میرا حکم ہے۔ تو بھائی! آپ پڑھنے کے بعد بھی اپنی جہالت پر چلانا چاہتے تھے تو پھر مدرسہ میں کاہے کو بھیجا؟

آپ تو یہ کہتے......:

آپ کو تو یوں کہنا چاہیے تھا کہ بیٹا! اب تک ہمارے گھر میں علم نہیں تھا، ہم جہالت والے طریقوں پر رہتے تھے، اب اللہ کا شکر و احسان ہے کہ تجھے عالم بنا کر اللہ نے ہمارے گھر میں بھیجا ہے، تو اب تو بتا کہ ہمارے گھر میں کون سی چیز شریعت کے خلاف ہے؟ تاکہ تیرے کہنے کے مطابق اس کو ٹھیک کریں۔ ماں باپ کو تو یوں پوچھنا چاہیے۔ نہ یہ کہ اس بیچارے کی ذاتی زندگی میں بھی رکاوٹ ڈالیں۔ تو پھر آپ نے کیوں بھیجا تھا مدرسہ میں؟

......تو آپ کو کتنا نوازا جائے گا؟

حقیقت تو یہ ہے کہ یہ دین کی خدمات واقعۃً بڑی قیمتی چیز ہے۔ اس بچے سے آپ دنیا کی معمولی چند کوڑیوں کی امید نہ رکھیے، یہ تو جو علمی خدمات انجام دے گا، اور اس کے اوپر اللہ کی جو نوازش ہوگی تب اس کی قیمت سمجھ میں آئے گی۔ جب حافظ قرآن کے متعلق یہ ہے کہ جس نے قرآن کو حفظ کیا، اس کے حلال کو حلال جانا، اس کے حرام کو حرام جانا، یعنی اس پر عمل کا اہتمام کیا، تو اس کے والدین کو ایک ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی چمک دمک سورج

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کی چمک دمک سے بھی زیادہ ہوگی جب کہ وہ سورج تمہارے گھروں میں آجائے۔[١] آپ نے کچھ نہیں کیا، اس بیٹے نے صرف عمل کیا ہے۔ تو آپ کا بیٹا اگر دین کی مقبول خدمات انجام دے گا، اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے بے شمار بندے دین پر آئیں گے، ہدایت پر آئیں گے، پوری پوری بستیوں کا حال بدل جائے گا، اور بہ جائے بدعات و رسوم کے سنت پر زندگیاں آجائیں گی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو کتنا نوازا جائے گا؟ ذرا سوچنے کی بات ہے!!!

؎ تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیِ داماں بھی ہے

یہ درست نہیں ہے:

حقیقت تو یہ ہے کہ میں والدین سے کہوں گا ان چند کلیوں پر قناعت مت کرو، اپنی اولاد کو ان کے اساتذہ کے حوالے کردو۔ ان کے بڑوں کے حوالے کردو، جنہوں نے ان کو تیار کیا ہے ان سے کہو: مولانا صاحب! مفتی صاحب! آپ جس طرح چاہیں، جہاں چاہیں کام لیں۔ ہم نے ان کو آپ کے حوالے کردیا۔ ہماری طرف سے کوئی ڈیمانڈ (Demand) نہیں ہے۔ اگر حقیقت میں اس طرح ہوگا تو یہ بچے ایسی خدمات انجام دیں گے فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا (آل عمران: ٣٧) اللہ کے لیے جب ہم نے قربان کیا ہے تو اللہ نے بہترین طریقے سے قبول کیا اور اس کو پروان چڑھایا۔ آپ نے جب اللہ کے لیے دیا ہے تو اللہ پروان چڑھائیں گے۔ ابھی تو صرف پڑھا ہے، اب جب اصل کام کا وقت آیا ہے تو آپ اس وقت اس میں دخل اندازی کر رہے ہیں!!! یہ درست نہیں ہے؛ بلکہ

(١) سنن أبي داود (١٤٥٣) والمستدرك للحاكم (٢٠٨٥).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اپنی اولاد کو ان کے اساتذہ کے حوالے کریں گے- جیسا ابھی ہمارے حضرت کے والد صاحبؒ کا قصہ بیان کیا-تو پتہ چلے گا کہ کیسے دین کی خدمات انجام دی جاتی ہیں؟

اساتذہ سے وابستہ رہیے:

بہر حال! ان طلبہ کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی دین کی خدمت کے سلسلے میں اپنے اساتذہ کے مشوروں، ان کی رہنمائی کے مطابق آگے بڑھیں۔ایک لمحہ اور کوئی بات بھی ان کے مشورے کے بغیر نہ کریں۔ ہر ہر چیز۔ چاہے تمہارا نفس یہ چاہتا ہو کہ ذرا ہم کچھ چھپالیں، نہیں! وہ بھی ان کے سامنے ظاہر کردو، پورا حال رکھ دو۔اپنی کمزوری بھی ان کے سامنے رکھ دو، اس کے بعد وہ جو کہیں اس کے مطابق عمل کروگے تو دیکھوگے کہ اللہ تعالیٰ کیسا نوازتے ہیں۔ضرورت ہے اس طرح کی قربانی دینے کی۔

عملی پہلو مضبوط بنائیے!:

آپ حضرات اپنا عملی پہلو بھی ذرا مضبوط بنائیں۔پڑھنے کے زمانے میں جو غفلتیں رہیں، جو کوتاہیاں رہیں، وہ رہیں؛ لیکن اب جب آپ یہاں سے جارہے ہیں تو اپنے اساتذہ کے، اپنے مدرسے کے نمائندے بن کر جارہے ہیں۔آپ کی ہر ہر چیز پر، آپ کے ہر ہر قدم پر لوگوں کی نگاہیں ہیں۔لوگوں کے ساتھ معاملہ کرتا ہے تو کس طرح کرتا ہے؟ فلاں کے پاس سے پیسے قرض کے طور پر لیے تھے، وعدے کے مطابق واپس کیے یا نہیں کیے؟ اپنی معاشرت، خانگی زندگی میں بھی، شادی میں، گھر کے دوسرے معاملات، والدین کے حقوق کس طرح ادا کرتا ہے؟ بھائی بہنوں کے ساتھ کس طرح بھلائی کا سلوک کرتا ہے؟ پڑوسیوں کے ساتھ کس طرح رہتا ہے؟ اور اسی طریقے سے ان کی عبادت کا کیا حال ہے؟

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

نمازیں سنت کے مطابق ہیں یا نہیں؟ نماز باجماعت کا اہتمام ہے یا نہیں؟ تکبیر اولیٰ کا اہتمام ہے یا نہیں؟

تیئیس سال بعد تکبیر اولیٰ فوت ہوئی:

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ دار العلوم دیوبند کا دستار بندی کا جلسہ تھا، آپ اس کے سرپرست تھے اس لیے آپ بھی تشریف لائے تھے، اذان ہوئی تو فوراً آپ اذان سن کر مسجد کی طرف نکلے، آگے بڑھے، لوگ راستے میں مصافحہ کرنے لگے، حضرت جب مسجد میں پہنچے تو حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ جو امام تھے، وہ مصلے پر جا چکے تھے اور اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع ہوگئی۔ ابھی قراءت شروع نہیں ہوئی؛ لیکن تکبیر تحریمہ کہی جا چکی تھی۔ تو نماز کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ حضرت گنگوہیؒ کا چہرہ مرجھایا ہوا ہے، غمگین ہیں۔ کسی نے پوچھا: حضرت! ابھی نماز سے پہلے تو آپ خوش وخرم تھے، اب یہ کیفیت کیوں؟ کہا: رشید احمد کے لیے اس سے زیادہ غم کی بات اور کیا ہوسکتی ہے کہ تیئیس (۲۳) سال کے بعد اس کی تکبیر اولیٰ فوت ہوئی ہے۔

......تو یہ تقریریں کسی کام کی نہیں:

ہمیں بھی ان چیزوں کا اہتمام کرنا ہے۔ آپ عمل میں مضبوط ہوں گے تب ہی آپ کی بات لوگوں کے دلوں پر اثر کرے گی۔ میں اور آپ جماعت کی لوگوں کو تاکید کریں، تکبیر اولیٰ کی تاکید کریں، سنتوں کی پیروی کی تقریریں کریں، ایک گھنٹے، دو-دو گھنٹے؛ لیکن ہماری زندگیاں اگر سنت کی پیروی سے خالی ہیں تو یہ تقریریں کسی کام کی نہیں ہیں۔ ہماری ذاتی زندگی پوری شریعت کے مطابق ہو اس کی ضرورت ہے۔ ہمارا عبادات کا پہلو مضبوط

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہونا چاہیے، معاملات کا پہلو مضبوط ہونا چاہیے، معاشرت اور اخلاق کا پہلو مضبوط ہونا چاہیے آپ کو کوئی ستائے، تو برداشت کرلو۔ آخر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنا برداشت کیا؟

مخالفتوں سے بددل نہ ہوں:

آپ نے بخاری میں پڑھا ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مرتبہ سونا آیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے چار آدمیوں کے درمیان تقسیم کردیا۔ تو کسی آدمی نے کہا کہ ہم اس کے زیادہ حقدار تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ألا تأمنونني وأنا أمين من في السماء (آسمان والا مجھ پر بھروسہ کرتا ہے، اور تمہیں بھروسہ نہیں؟)[۱] ایک آدمی نے تو یہاں تک کہا کہ آپ انصاف سے کام نہیں لیتے۔[۲] جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے کہنے والے ملے کہ آپ انصاف سے کام نہیں لیتے تو مجھے اور آپ کو کوئی ایسا جملہ کہہ دے تو اس میں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ صبر وتحمل سے کام لیجیے۔ اللہ تعالیٰ بہت بڑا اجر دیں گے۔ بہت سے اہل علم اپنی جگہ ماشاء اللہ بہت اچھی خدمات انجام دیتے ہیں؛ لیکن ہر ایک کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی پیچھا کرنے والا تو مقرر کر ہی دیا گیا ہے۔ آٹھویں پارے کے شروع میں ہے: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ (ہر نبی کے لیے ہم نے دشمن مقرر کیے ہیں، انسانی شیطانوں میں سے اور جناتی شیطانوں میں سے۔ نبیوں کے لیے جب اللہ نے مقرر کیے ہیں تو میرے اور آپ کے لیے ظاہر ہے کہ مقرر کیا ہوا ہوگا۔ اس لیے اگر مخالفتیں ہوں تو اس سے بددل اور مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

---

(۱) صحیح البخاري (۴۳۵۱) وصحیح مسلم (۱۴۴/۱۰۶۴).

(۲) صحیح البخاري (۳۶۱۰، ۶۱۶۳، ۶۹۳۳).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

تم نے غلط سنا:

ہمارے اکابر کے حالات کو پڑھیے۔ حضرت شاہ اسماعیل صاحب شہیدؒ ایک مرتبہ دہلی کی جامع مسجد میں بیان کر رہے تھے۔ پوری مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ دوران بیان ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا: مولانا! ہم نے سنا ہے کہ آپ حرامی ہیں۔ اس کا یہ جملہ سن کر حضرت نے ذرہ برابر غصہ نہیں کیا، بلکہ جواب میں فرمایا: تم نے غلط سنا، میرے ماں باپ کے نکاح کے گواہ پھلت اور بُڈھانا میں موجود ہیں۔ اور تقریر آگے بڑھائی۔ ہمارا تو دماغ ہی آؤٹ ہو جائے گا، تقریر آگے کہاں بڑھے گی؟ موڈ ایسا خراب ہو جائے گا کہ ہم تقریر کرنے کے لائق ہی نہیں رہیں گے؛ لیکن یہاں دیکھو! تحمل کتنا؟ اتنی خطرناک گالی سننے کے باوجود اپنا کام چل رہا ہے۔ حالاں کہ اس وقت ساری مسجد بھری تھی، وہ اپنے معتقدین کی طرف اشارہ کرتے تو وہ کہنے والے کے بخیے ادھیڑ دیتے۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بھائی! اس راہ میں تو قربانی ہی قربانی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، صحابہؓ نے، تابعینؒ نے، تبع تابعین، ائمۂ مجتہدین اور ہمارے اسلاف کرام نے قربانی دی، ہمیں بھی قربانی دینی ہے۔ یہ تو قربانی کا راستہ ہے۔ اس لیے آپ سوچ کر اور اپنے بڑوں سے تعلق رکھ کر چلیے۔

پیوستہ رہ شجر سے......:

بڑوں سے تعلق نہیں ہوگا تو ایسے موقع پر آدمی ڈگمگا جاتا ہے۔ آپ کا بڑے سے تعلق نہیں ہے اور ایسا واقعہ پیش آیا تو فوراً استعفا (રાજીનામું) دیا اور چلے گئے، اور بستی میں اتنا اچھا کام ہو رہا تھا، ایک آدمی نے گالی دی، اور اس کی وجہ سے آپ نے اس کا ڈائنامائیٹ کر دیا، ختم کر دیا!!!! اگر آپ کا تعلق بڑوں سے ہوتا تو آپ آتے اور کہتے کہ حضرت! ایسا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

واقعہ پیش آیا۔مولانا امتیاز صاحب (مہتمم دارالعلوم سعادت دارین، ستپون) آپ کے سر پر ذرا ٹھنڈا پانی ڈالتے اور سمجھاتے کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، کام اللہ تعالیٰ لے رہے ہیں، ایسا تو ہوتا ہے، کام کرتے رہو، دل برداشتہ ہونے کی ضرورت نہیں۔تو ایسے موقعوں پر یہ بڑوں کا تعلق کام آتا ہے۔عام طور پر ہمارے یہ فضلا کام بھی کرتے ہیں؛ لیکن بہت سی مرتبہ بڑوں سے تعلق نہ ہونے کی وجہ سے، اپنے بڑوں سے مشورہ اور رجوع نہ ہونے کی وجہ سے چھوٹی چھوٹی بات کی وجہ سے اچھی اچھی محنتوں پر پانی پھر جاتا ہے۔اس لیے اپنے بڑوں سے تعلق کا خاص اہتمام ہو۔

ع پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

جب تک کوئی ٹہنی درخت کے ساتھ لگی ہوئی ہے چاہے کتنی ہی سوکھی نظر آتی ہو، ایک دن ہری ہونے کی امید ہے۔کٹی ہوئی ہے، چاہے پانی میں بھی ڈال دو تو بھی وہ اب کبھی ہری ہونے والی نہیں ہے۔اس کا خاص اہتمام کریں۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنے اچھے اساتذہ دیے، ان کی تربیت میں آپ کو پھلنے پھولنے کا موقع دیا، آئندہ آپ کی خدمات کا جو سلسلہ ہے اس میں بھی آپ ان ہی کی رہنمائی میں آگے بڑھیے۔

خود کو مستقل نہ سمجھیں:

اخیر تک آدمی اپنے آپ کو مستقل نہ سمجھے۔حضرت تھانویؒ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ جب اپنے ضابطے کے بڑے نہ رہیں تو جو اپنے برابر کے ہیں ان سے مشورہ لیں۔ حضرت مولانا علی میاںؒ کے خاندان کے مولوی محمود ہیں، مولانا رابع صاحب کے ساتھ سفر میں بھی آتے ہیں، انہوں نے مجھے خود بیان کیا کہ حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ جب تک

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

حضرت مولانا زکریا صاحبؒ، حضرت مولانا رائپوریؒ، بڑے حضرات موجود تھے ان کے مشورہ پر چلتے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت مولانا رابع صاحب اور حضرت مولانا واضح رشید صاحب جو آپ کے بھانجے ہوتے ہیں، آپ کے پروردہ ہیں، ان کے سامنے بات پیش کرتے کہ اس سلسلے میں کیا مشورہ ہے؟ یعنی چھوٹوں سے بھی مشورہ کرتے۔ اس لیے جب تک یہ چیز رہے گی آپ کی خدمات میں بھی برکت رہے گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

خودی	کو	کر	بلند	اتنا	کہ	ہر	تقدیر	سے	پہلے
خدا	بندے	سے	خود	پوچھے	بتا	تیری	رضا	کیا	ہے

عقابی	روح	جب	بیدار	ہوتی	ہے	جوانوں	میں
نظر	آتی	ہے	ان	کو	اپنی	منزل	آسمانوں میں
نہ	ہو	نومید	نومیدی	زوالِ	علم	و	عرفاں ہے
امید	مرد	مومن	ہے	خدا	کے	رازدانوں	میں
نہیں	تیرا	نشیمن	قصر	سلطانی	کی	گنبد	پر
تو	شاہیں	ہے	بسیرا	کر	پہاڑوں	کی	چٹانوں میں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

دورۂ حدیث کے طلبہ کو

الوداعی نصائح

(بہ موقع ختم درس بخاری شریف، رجب المرجب ۱۴۴۰ھ)

گہوارے سے قبر تک:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ لوگوں کو علم حاصل کرنے کا موقع عطا فرمایا اور آپ نے مروجہ نصاب کو مکمل کیا، یہ بہت بڑی سعادت ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے لیکن یہ مت سمجھنا کہ ہم کامل بن گئے۔ ابھی آپ نے نصاب مکمل کیا ہے، علم کی تحصیل سے فراغت نہیں ہوئی ہے، بلکہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ اصل حصول علم کا زمانہ تو اب ہے گویا اس نصاب کو پڑھنے کے بعد جو صلاحیت پیدا ہوتی ہے اس صلاحیت کی وجہ سے علوم کو سمجھنے کی استعداد آدمی میں پیدا ہوتی ہے، تو حصول علم کی شروعات تو اب ہوئی ہے۔ لہٰذا اسی میں آپ اپنے آپ کو مشغول رکھیں۔ ویسے حصول علم کا زمانہ محدود نہیں ہے، آپ نے سنا ہوگا کہ طلب علم کا سلسلہ تو من المهد إلى اللحد (گہوارے سے قبر تک ہے) ہے۔ ہمارے اکابر ہمیشہ اپنے آپ کو طالب علم کہا کرتے تھے، انہوں نے اپنے آپ کو کبھی عالم نہیں کہا۔

مرتے مرتے پڑھنا......:

دوسری بات یہ ہے کہ اکابرین علوم کے دریا پیے ہوئے ہونے کے باوجود ان کا تحصیل علم کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ رمی جمار کے سلسلے میں حضرت امام ابو یوسفؒ کا واقعہ آپ نے سنا ہوگا، ان کی وفات کے قریب ابراہیم بن جراحؒ عیادت کے لیے گئے، وہ فرماتے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہیں: امام ابو یوسفؒ نے مجھ سے پوچھا کہ رمی جمار کیسے کریں گے؟ سوار ہونے کی حالت میں یا پیدل؟ انہوں نے کہا: سوار ہوکر۔ تو کہنے لگے: اخطأت (تم نے غلط جواب دیا) پھر انہوں نے کہا: پیدل، تو کہا: اخطأت (تم نے غلط جواب دیا) پھر خود فرمایا کہ ہر وہ رمی جس کے بعد دوسری رمی ہو وہ پیدل، اور جس کے بعد دوسری رمی نہیں، اس کو سوار ہوکر انجام دیں گے۔ ابراہیم بن جراح فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں واپس گھر جانے کو نکلا، ابھی صدر دروازے تک ہی پہنچا تھا کہ رونے والیوں کی آواز سنی یعنی ان کا انتقال ہوگیا۔[۱] آخری سانس تک گویا علم میں مشغول رہے۔

امام محمدؒ کی وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کی روح کس طرح قبض ہوئی؟ جواب دیا: میں تو مکاتب کے ایک مسئلے کو سوچ رہا تھا، اسی میں میری روح قبض ہوگئی، مجھے پتہ ہی نہیں چلا کہ کس طرح یہ نزع کی حالت گذری۔ یہ وہ حضرات تھے جن کا پورا وقت حصول علم میں گزرتا تھا۔

یحییٰ بن معینؒ کا شوق علم:

شمائل ترمذی میں امام ترمذیؒ نے باب لباس النبي صلى الله عليه وآله وسلم میں ایک روایت ذکر کی ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرض الوفات میں حضرت اسامہؓ کا سہارا لے کر قطری چادر لپیٹے ہوئے باہر نکلے...... الخ۔ امام ترمذیؒ یہ روایت مکمل نقل کرنے کے بعد اپنے استاذ عبد بن حمیدؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے شیخ محمد بن فضلؒ نے بتلایا کہ ایک مرتبہ میں اپنی مجلسِ حدیث کے اندر آیا، تو حضرت یحییٰ بن معینؒ موجود تھے، انہوں نے مجھے کہا کہ یہ حدیث

---

(۱) بدائع الصنائع (۱۵۸/۲).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

سنائیے، میں نے سنانا شروع کر دیا: حدثنا حمّاد بن سلمة... تو انہوں نے کہا کہ آپ اپنی کاپی میں سے سناتے تو اچھا تھا، میں فوراً اٹھا کہ کاپی لے کر آؤں اور سناؤں، تو انہوں نے میرا کرتا پکڑ لیا اور کہا: پہلے حدیث تو سنا ہی دیجیے، پتہ نہیں میری آپ سے ملاقات ہو یا نہ ہو،[۱] ان کے اندر علم کی حرص اتنی زیادہ تھی۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ کوئی بات آپ نے ۱۰۰ر مرتبہ سنی ہو اور اس کے بعد آپ کے سامنے بیان کی جائے، تو بھی اُسی رغبت سے سنیں جس رغبت سے آپ نے پہلی مرتبہ سنی تھی، یہ علم کی قدر ہے۔ ہمارے اکابر اس بات کا اہتمام کرتے تھے۔

علم کی قدر:

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیۃ کے خطبات میں ہے کہ جس مسجد میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نماز پڑھتے تھے، کبھی کبھار وہاں تبلیغی جماعت آتی، اور نماز کے بعد اعلان کرتی، تو آپؒ بیٹھ جاتے، دیہاتی لوگ بیان کرتے، حضرت غور سے سنتے، یہ نہیں کہ اس کو سننے کی ضرورت نہیں ہے۔ علم کی قدر اسی طرح ہونی چاہیے۔

علم برائے عمل:

علم محض معلومات حاصل کرنے کا نام نہیں ہے، صرف نقوش کا پڑھنا کافی نہیں، بلکہ یہ دیکھنا ہے کہ آپ کے اندر کیا تبدیلی پیدا ہوئی، عمل کا اہتمام اصل چیز ہے۔ اسلام میں علم برائے علم، محض جانکاری کے لیے یا معلومات میں اضافے کے لیے حاصل نہیں کیا جاتا، بلکہ علم برائے عمل ہے یعنی اس کا مقصد یہ ہے کہ ہم جو علم حاصل کریں گے اس پر عمل کا

---

(۱) الشمائل المحمدیة (۵۸).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اہتمام کریں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ترمذی شریف میں ہے۔من يأخذ عني هؤلاء الكلمات (کون ہے جو مجھ سے ان باتوں کو سیکھے؟ اور ان پر عمل کرے، یا کسی ایسے آدمی کو بتلائے جو اِن پر عمل کرے؟)[۱] تو حضرت ابو ہریرہؓ نے عرض کیا کہ میں سیکھوں گا، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانچ باتیں گنوائیں۔معلوم ہوا سیکھنے کا مقصد عمل ہے۔

......وہی علم نفع بخش:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ انسان کے قدم اللہ کے حضور سے ہٹ نہیں پائیں گے، جب تک پانچ چیزوں کے متعلق سوال نہ ہو جائے۔اس میں آخری بات یہ ہے: ماذا عمل فيما علم؟ (جو علم آپ نے حاصل کیا اس پر کیا عمل کیا؟)[۲] علم پر عمل یہ اصل ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگی: اللهم إني أسألك علماً نافعاً (اے اللہ! میں تجھ سے نفع دینے والا علم مانگتا ہوں) وأعوذبك من علم لا ينفع (اے اللہ! میں علم غیر نافع سے تیری پناہ چاہتا ہوں)[۳] علم نافع وہی ہے جس پر آدمی عمل کا اہتمام کرے۔اور جس پر عمل نہ کرے وہ اس کے حق میں علم نافع نہیں ہے۔

امام غزالیؒ نے علم نافع کی علامت بتاتے ہوئے فرمایا: جو علم تمہیں دنیا میں اللہ کی

(۱) سنن الترمذي (۲۳۰۵).

(۲) سنن الترمذي (۲۴۱۶).

(۳) السنن الكبرىٰ للنسائي (۷۸۱۸) وصحيح ابن حبان (۱/۲۸۳) [۸۲] والمعجم الأوسط للطبراني (۷۱۳۹، ۹۰۵۰).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

نافرمانی سے نہیں بچا پاتا، وہ قیامت کے روز اللہ کے عذاب سے آپ کو نہیں بچائے گا۔[۱]

حضرت سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں: ليس العالم الذي يعرف الخيرَ و الشرَ و إنّما العالم الذي يعرف الخيرَ فيتّبعُه ويعرف الشّرَ فيجتنبُه (جو آدمی صرف خیر وشر جانتا ہو اس کا نام عالم نہیں، بلکہ خیر کو جان کر اس پر عمل کا اہتمام کرتا ہو اور شر کو جان کر اس سے بچتا ہو)[۲] اس کا مطلب یہ ہے کہ عمل کا اہتمام کرتا ہو، شریعت کے تمام امور پر عمل کا اہتمام ہونا چاہیے۔

تہاونِ عمل کا نتیجہ:

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا مقولہ شعب الایمان میں امام بیہقیؒ نے نقل کیا ہے؛ فرماتے ہیں: من تهاون بالآداب عوقب بحرمان السّنن (جو شخص آداب کی بجا آوری میں غفلت برتے گا، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو سنتوں کی ادائیگی سے محروم کردیا جاتا ہے) ہم لوگ کبھی کہتے ہیں یہ تو ادب ہے؛ کیا ضرورت ہے! فرض و واجب تھوڑا ہے! یہ طرز عمل صحیح نہیں، بلکہ ہمیں تو ہر چیز کا اہتمام کرنا ہے۔ ومن تهاون بالسنن عوقب بحرمان الفرائض (جو سنن کی ادائیگی میں غفلت برتتا ہے، اس کو فرائض کی ادائیگی سے محروم کردیا جائے گا) ومن تهاون بالفرائض عوقب بحرمان المعرفة (جو آدمی فرائض کی ادائیگی میں غفلت اور کوتاہی سے کام لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی معرفت سے محروم کردیا جاتا ہے)[۳] اس لیے ہمیں اپنی زندگی میں ان چیزوں کا اہتمام کرنا چاہیے، کوشش یہی ہو، کبھی غفلت کی وجہ سے نہ ہو تو اس پر ہمیں احساس بھی ہونا چاہیے، آئندہ اس کی تلافی کی بھی شکل اختیار کرنی چاہیے۔

---

(۱) أيها الولد للغزالي (ص: ۱۰۹).

(۲) حلية الأولياء (۷/۲۷۴).

(۳) شعب الإيمان (۳۰۱۷).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ذکر اللہ کا اہتمام:

حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہر وقت چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے ہر حال میں آپ کی زبان پر اللہ کا ذکر، تسبیح وتلاوت ہونی چاہیے۔ امام بخاریؒ نے جہاں بغیر وضو کے ذکر اللہ کی اجازت دی ہے، وہاں حضرت عائشہؓ کا یہ مقولہ نقل کیا ہے: كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يذكر الله على كل أحيانه (ہر حال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کا ذکر کرتے تھے)۔[1]

حضرت عبداللہ بن بسرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! شریعت کے احکام تو بہت سارے ہیں، آپ مجھے کوئی ایسا حکم بتا دیجیے جس کو میں مضبوطی سے تھام لوں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: لا یزال لسانك رطباً من ذكر الله (تمہاری زبان ہر وقت اللہ کے ذکر سے تروتازہ رہنی چاہیے)[2] گویا زبان پر سبحان اللہ، الحمد للہ، لا إله إلا اللہ، اللہ ہمیشہ جاری رہنا چاہیے۔

ایک مقبول تسبیح پوری سلطنت سے بہتر:

حضرت شیخؒ نے واقعہ ذکر کیا ہے: ایک مرتبہ حضرت سلیمانؑ اپنے تخت کے ساتھ ہوا کے دوش پر جا رہے تھے، اللہ تعالیٰ نے ہوا کو آپ کے لیے مسخر کر دیا تھا، جہاں جانا چاہتے تھے ہوا اُن کو اس رخ پر پورے دربار کے ساتھ لے جاتی تھی، فضا میں ان کا پورا دربار جا رہا تھا، یہ منظر دیکھ کر ایک مؤمن نے کہا: سبحان اللہ! ماذا اعطي آل داود (سبحان اللہ! اللہ

---

(۱) صحيح البخاري (۱/۶۸، ۱/۱۲۹) وصحيح ابن خزيمة (۲۰۷) وسنن ابن ماجه (۳۰۲).

(۲) مسند أحمد (۱۷۶۸۰) وسنن الترمذي (۳۳۷۵).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

تعالیٰ نے داود کے گھرانے والوں کو کیسی نعمت عطا فرمائی!) حضرت سلیمانؑ کو اللہ تعالیٰ نے اس جملے سے باخبر کیا، تو انہوں نے ہوا کو حکم دیا کہ دربار کو نیچے اتارو، اور اس مؤمن سے کہا کہ تسبيحة واحدة في صحيفة رجل مؤمن أفضل مما أوتي ابن داود (کسی مؤمن شخص کے صحیفے میں موجود ایک تسبیح میری پوری سلطنت سے بہتر ہے)[1] اللہ نے موقع دیا ہے چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے ہاتھ میں تسبیح رکھتے ہوئے سبحان اللہ الحمد للہ پڑھتے رہو، لوگوں کے طعن و تشنیع کی پرواہ نہ کرو۔ لوگ تو ہر حال میں طعن و تشنیع کریں گے، کوئی چھوڑنے والا نہیں ہے بولتے رہیں گے کہ بہت بڑا مولوی بن گیا، ان کی پرواہ کیے بغیر آپ اپنے کام میں مشغول رہیں۔

چوں عمل در تو نیست نادانی:

یہاں سے پڑھ کر کے آپ جائیں گے، تو لوگ دیکھیں گے کہ آپ کے اعمال واخلاق، معاملات ومعاشرت میں کیا تبدیلی آئی؟ یعنی آپ نبی کریم ﷺ کے ارشادات کو پڑھ کر آئے ہیں، تو اس کا اثر آپ کی زندگی میں نظر آتا ہے یا نہیں؟ آپ کی زندگی سے آپ کا علم نمایاں ہورہا ہے یا نہیں؟ اس لیے اس کا اہتمام ہونا چاہیے، ویسے بھی علم کا یہ حق ہے کہ اس پر عمل ہونا چاہیے۔ ہماری عبادات، معاشرت، معاملات، اخلاق، بلکہ ہر چیز شریعت کے مطابق ہونی چاہیے۔ ہماری نماز عین اسی طرح ہونی چاہیے جو ہم نے کتاب میں پڑھی ہے، ہماری معاشرت یعنی لوگوں کے ساتھ ہمارا سلوک اسی طرح ہونا چاہیے جس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، جب ہم معاملات کریں (یعنی خرید وفروخت وغیرہ) تو اسی طرح ہونے چاہیے

---

(۱) الزهد والرقائق لابن المبارك (۲/۵۹) والديباج للختلي (۳۳).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

جو ہم نے کتابوں میں پڑھا ہے، ورنہ اس علم سے کیا فائدہ؟ لوگ یہ دیکھیں گے کہ اس کی زندگی میں اس علم کا کتنا اثر ہے اور اسی کے مطابق آپ کی ذات سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو فائدہ پہنچائیں گے۔ آپ عمل کریں گے تو آپ کے ساتھ ساتھ لوگوں کو بھی فائدہ پہنچے گا اور آپ عمل نہیں کریں گے تو آپ کو فائدہ پہنچے گا اور نہ لوگوں کو فائدہ پہنچے گا اس لیے اس کا خاص اہتمام ہونا چاہیے۔

اصلاح کی ابتدا اپنی ذات سے:

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرمایا کرتے ہیں کہ ہم طلبہ سے پوچھتے ہیں کہ آپ یہ علم کیوں حاصل کرتے ہیں؟ تو کہتے ہیں کہ اللہ کے دوسرے بندوں تک پہنچائیں گے۔ اس پر مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ بات تو صحیح ہے، لیکن اس کا پہلا زینہ تو یہ ہے کہ خود اس پر عمل کرے، اس بات کو ہم بھول جاتے ہیں۔ گویا اپنی اصلاح کی فکر نہیں ہے، اصلاح کی ابتدا تو اپنی ذات سے کرنی چاہیے، پہلے علم پر عمل کا اہتمام خود کریں اس کے بعد دوسروں کو پہنچانے کا اہتمام کیا جائے۔

صحبتِ شیخ:

طالب علمی کے زمانے میں اگر غفلت سے کام لیا ہے، تو اب اس غفلت کو چھوڑو، اب طالب علمی کا زمانہ نہیں رہا، آپ پر ذمہ داریاں عائد ہوں گی۔ ذمہ داری کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ کا ہر قول وفعل ذمہ دارانہ حیثیت کا حامل ہو، اس لیے اپنے آپ کو کسی اہل اللہ کے ساتھ جوڑو! اور ان کی صحبت اختیار کرو اور ان کی صحبت کے ذریعے اپنی عملی زندگی کو درست کرنے کی کوشش کرو، محض ظاہری طور پر بیعت ہو جانا کافی نہیں ہے، ہدایات حاصل کرنے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

اوران کے مطابق عمل کرنے سے فائدہ ہوگا۔رسمی بیعت ہوجانے سے فائدہ نہیں ہوتا ہے، اصل صحبت ضروری ہے۔اگر مسلسل موقع نہیں ملتا تو موقع بہ موقع ہر ماہ ایک دو دن صحبت میں رہو۔

مسلسل صحبت آج کل بے فائدہ:

آج کل میرا تجربہ یہ ہے کہ مسلسل صحبت عموماً زیادہ مفید بھی نہیں ہے، کیوں کہ اس میں کوئی کام نہیں ہوتا، آپ کہیں گے کہ میں یہاں ۶ر مہینے رہنا چاہتا ہوں، تو میں کہوں گا کہ ٹھیک ہے رہو، لیکن کام کیا ہوگا؟ کام تو کچھ ہوتا نہیں ہے، اور اپنے اوقات کو صحیح گزارنے کی عادت تو بنائی نہیں ہے، اس لیے چھ مہینوں میں مجلسیں چلیں گی اور ان میں غیبتیں ہوں گی، تنقیدیں ہوں گی۔ نتیجۃً ۶ر مہینے کی صحبت سنوارنے کے بجائے بگاڑنے کا ذریعہ بنے گی۔ میں تو ہمیشہ یہی کہتا ہوں کہ پہلے اپنے کام میں لگ جاؤ اور کام میں لگنے کے ساتھ ساتھ ہر مہینے میں دو دن یا ہر ۲ر مہینے میں دو تین دن آنے کا اہتمام کرو۔جب کام میں لگ جاؤ گے تو آپ کی طبیعت میں سنجیدگی آئے گی، ذمہ داری کا احساس آئے گا اور جب تک کام میں نہیں لگتا، تب تک آدمی اپنے آپ کو بے فکر سمجھتا ہے، اس لیے مفید صحبت وہی ہے، اس کا اہتمام ہونا چاہیے اور اپنے آپ کو درست کرنے کی کوشش ہونی چاہیے۔

پیوستہ رہ شجر سے......:

حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اہل حق کا مسلک عطا فرمایا ہے۔ دیوبندیت ہمارے اکابر کا مسلک ہے، معتدل مسلک ہے۔اس پر مضبوطی سے قائم رہنا چاہیے، اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ(ابراهیم:۷) اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے اکابر اور اساتذہ کے ساتھ اپنا تعلق قائم رہنا چاہیے۔ان سے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

جڑے رہو اور ان ہی کی ماتحتی میں علمی خدمات انجام دینی چاہیے۔

ع	پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

ایک ٹہنی سرسبز وشاداب ہوتی ہے، لیکن اس کو کاٹ دو تو اتنی سرسبز نہیں رہتی۔ اور پانی میں ڈالو تو تھوڑی مدت کے بعد سوکھ کر ختم ہو جائے گی۔ جب تک کہ وہ اپنے تنے کے ساتھ جڑی نہیں رہے گی، تب تک سرسبز نہیں رہ سکتی۔ اور جو ٹہنی درخت کے اوپر ہے دیکھنے میں بھلے ہی خشک معلوم ہوتی ہے، لیکن ایک وقت آئے گا کہ وہ سرسبز وشاداب ہو گی۔

ہمارا کام تو پڑھانا ہے......:

فارغ ہونے کے بعد دینی کام (پڑھانے وغیرہ) میں لگ جاؤ۔ حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ اس بات کے انتظار میں نہ رہو کہ مجھے کسی مدرسے کا شیخ الحدیث بنایا جائے، تو ہی میں پڑھانے کے لیے جاؤں گا، کوئی مدرسہ آپ کو دعوت دے یا نہ دے، اپنی جگہ پڑھانے کا سلسلہ شروع کر دو۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کو حضرت شیخ الہندؒ نے وصیت فرمائی کہ اپنے آپ کو کبھی فارغ نہ رکھنا، ایک طالب علم ہو تو اس کو بھی پڑھانے میں اپنے آپ کو مشغول رکھو۔

جس زمانے میں حضرت مدنیؒ مرادآباد جیل میں تھے اس وقت حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ ان کی ملاقات کے لیے گئے، تو پوچھا حضرت آج کل جیل میں کیا مشغلہ ہے؟ تو فرمایا کہ قیدیوں کو قاعدہ بغدادی پڑھاتا ہوں، تو حضرت قاری صاحبؒ نے کہا واہ! دارالعلوم میں تو آپ بخاری شریف پڑھاتے ہیں اور یہاں قاعدہ بغدادی؟ تو حضرت مدنیؒ نے جواب میں فرمایا: ہمارا کام تو پڑھانا ہے۔ بخاری شریف پڑھنے والے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

آئیں گے، تو ان کو بخاری شریف پڑھائیں گے اور قاعدہ بغدادی پڑھنے والے آئیں گے تو ان کو قاعدہ بغدادی پڑھائیں گے۔

یہ حبِ جاہ ہے......:

آج کل مسئلہ یہ ہوگیا ہے کہ جب دوسری کوئی کتاب ہوتی ہے، تو آدمی یہ سمجھتا ہے کہ میرا درجہ کم ہوگیا، عجیب وغریب! ہمارے حضرت سے ایک صاحب متعلق تھے ان کے پاس پہلے بخاری شریف کی جلد اوّل تھی، مدرسے والوں نے تبدیلی کر کے جلد ثانی کردی، تو انہوں نے حضرت مفتی صاحبؒ کو خط لکھا، کہ میری تو بڑی بے عزّتی ہوئی، مجھ سے بخاری کی جلد اوّل لے کر جلد ثانی دی گئی۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے جواب لکھا کہ: حضرت امام بخاریؒ نے جس زمانے میں بخاری شریف کی جلد ثانی تصنیف کی، تو ان کا درجہ گھٹ گیا تھا یا بڑھ گیا تھا؟ یہ کیا بات ہوئی! آپ یوں سمجھ رہے ہیں کہ جلد ثانی کی وجہ سے میرا درجہ گھٹ گیا۔ یہ ہمارا مزاج بنتا جارہا ہے، یہ حبّ جاہ ہے۔

حبِ جاہ: ایک فتنہ:

بزرگوں کی صحبت سے اپنے آپ کو دور کردینے کی وجہ سے حبّ جاہ کا ایک ایسا عام مزاج بنتا جارہا ہے کہ مجھے بڑی کتاب ملے گی تو میرا مقام ہوگا۔ یہ تو حب جاہ ہے اور اس حال میں بخاری تو کیا اور بھی کوئی اونچی کتاب پڑھاؤ گے، تب بھی اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل نہیں ہوگی۔ سب سے خطرناک بیماری یہی ہے: حب جاہ اور حب مال۔

آپ نے ترمذی شریف میں روایت پڑھی ہوگی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
دو خوں خوار بھوکے بھیڑیوں کو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیا جائے، جن کی نگرانی کے لیے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کوئی چرواہا موجود نہیں ہے، کیوں کہ عام طور پر بکریوں کا دفاع چرواہا کرتا ہے، تو جتنا نقصان یہ دو بھیڑیے بکریوں کے ریوڑ کو پہنچا سکتے ہیں اس سے زیادہ نقصان حب جاہ اور حب مال آدمی کے دین کو پہنچاتے ہیں۔[۱] آج کل علما کا سب سے بڑا فتنہ یہی ہے۔ اپنے آپ کو اس سے دور رکھنے کی ضرورت ہے، ہمارا کام دین کی خدمت ہے۔

اصلاح کی فکر:

اپنی اصلاح جب تک نہ ہو آدمی بے فکر ہو کر نہ بیٹھے۔ جب تک کوئی شخص اپنے آپ کو برائیوں اور اخلاق رذیلہ: حسد، کبر، بغض، کینہ وغیرہ سے پاک صاف نہ کر لے، تب تک دین کی خدمت عند اللہ مقبول نہیں ہوتی۔ اس کی کوشش کریں، اس کے لیے مجاہدے کی عادت ڈالنی چاہیے۔

یہ زیادہ مناسب ہے:

تدریسی کام ابتدا سے ہونا چاہیے، یہ زیادہ مناسب ہے۔ آپ اگر کسی جگہ پڑھانا شروع کریں تو ابتدائی کتابوں سے تدریس کی شروعات کریں۔ میں جب یہاں (جامعہ ڈابھیل) آیا تو پہلے سال میرے پاس عربی اول تھا۔ الحمد للہ! عربی اول سے لے کر دورۂ حدیث تک کوئی کتاب ایسی نہیں، جو میں نے نہ پڑھائی ہو۔ اس کی وجہ سے آدمی کی استعداد بنتی ہے اور پختگی حاصل ہوتی ہے۔ اگر پہلے ہی سال آپ بخاری پڑھانا شروع کر دیں گے، تو ابتدائی علوم میں پختگی نہ ہونے کی وجہ سے اس کا اثر پڑے گا۔

نیز ہم جو بھی تدریسی خدمت انجام دیں، اس کے لیے بھرپور تیاری ہونی چاہیے۔

---

(۱) سنن الترمذي (٢٣٧٦).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

مطالعہ پورے طور پر ہونا چاہیے، بغیر مطالعہ کے درس نہیں ہونا چاہیے۔ اور اسی طرح جب سبق پڑھائیں تو پروقار انداز سے پڑھانا چاہیے، طلبہ کی استعداد کا لحاظ ہونا چاہیے، بات بات میں ان کی کوئی شکایت نہ ہونی چاہیے۔ خود اوقات کی پابندی کریں۔

وقت کی پابندی:

آج کل ہمارے مدارس میں بہت بڑا المیہ یہ ہو گیا ہے، کہ پڑھانے والے وقت کی جیسی پابندی ہونی چاہیے، ویسی نہیں کرتے۔ وقت شروع ہونے کے دس، پندرہ اور بیس منٹ کے بعد آتے ہیں، یہ مناسب نہیں ہے۔ آپ نے مجھے دیکھا ہوگا اتنے سال کے بعد اب میں ۵ر منٹ کا عادی ہوا، اس سال مجھے یاد رہا، ورنہ تو میں ۱۰:۳۰ سے دو چار منٹ پہلے آکر کھڑا ہو جاتا تھا۔ (پہلے چوتھے گھنٹے کی شروعات ساڑھے دس بجے ہوتی تھی، پھر نظام الاوقات بدلا اور چوتھے گھنٹے کی شروعات ساڑھے دس پر پانچ منٹ سے ہوئی) ابھی بھی بسا اوقات مہمانوں کی وجہ سے تاخیر ہو جاتی ہے یا کبھی کسی اور معذوری یا مجبوری کی وجہ سے، ورنہ شروع کے سالہا سال تو ایسے گذرے تھے کہ کبھی رخصتِ اتفاقی لینے کی بھی نوبت نہیں آتی تھی، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ گھنٹی بجی اور میں اپنی درس گاہ میں نہ ہوں۔ اس لیے پابندی کا اہتمام ہونا چاہیے، اسی میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہے۔

اللہ سے اپنی ضروریات کا سوال:

طلبہ کے سامنے اپنی مادی ضرورتوں کا اظہار اشارۃً ہو نہ صراحۃً ہو۔ کہیں بھی پڑھانے جائیں پورے استغنا کے ساتھ پڑھائیں۔ طلبہ کے سامنے یہ نہ ہو کہ میری فلاں ضرورت ہے، یہ ہے، وہ ہے۔ بلکہ آپ یہ کوشش کرو کہ جو کچھ بھی ہو اللہ سے مانگو۔ صلوٰۃ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

الحاجۃ پڑھ کر کے اپنی حاجتیں اللہ سے مانگنے کا خود کو عادی بناؤ، کسی انسان کے سامنے اپنی حاجتوں کا اظہار آدمی کے وقار کو مجروح کر دیتا ہے، اور خاص کر طلبہ کے سامنے، کہ اس کی وجہ سے استاذ کا ادب واحترام نہیں رہتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بے چارے علم سے محروم رہ جاتے ہیں، اور ان کی محرومی کا ذریعہ ہم بنتے ہیں۔

رنجِ محنت خود بہ کہ بارِ منت خلق:

ہماری زندگی میں سادگی اور قناعت ہونی چاہیے۔ کیوں کہ ہماری تنخواہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو، کسی مدرسے کا تنخواہ کا معیار کتنا ہی اعلیٰ کیوں نہ ہو، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ حکومت کے چوتھے درجے کے جوکر مچاری (કર્મચારી) ہوتے ہیں، اس درجے کی بھی کسی دار العلوم کے شیخ الحدیث کی تنخواہ نہیں ہوتی، ہماری آمدنیاں اتنی نہیں ہیں کہ ہمارے ٹھاٹھ باٹھ کی متحمل ہوں۔ ہمیں تو اپنی زندگی میں سادگی اور قناعت سے کام لینا چاہیے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ہمیں کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے کی نوبت نہیں آئے گی۔

ہمارے حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ (ناظم سہارنپور) کا مقولہ نقل کیا کرتے تھے، حضرت مفتی شفیع صاحبؒ کے ملفوظات میں بھی میں نے یہ جملہ دیکھا ہے: ”دیکھو! آمدنی بڑھانا ہمارے اختیار میں نہیں ہے لیکن اپنی ضرورتوں کو کم کرنا ہمارے اختیار میں ہے، تاکہ کبھی کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے کی نوبت نہ آئے اور پریشانی نہ ہو“۔

یہ تو کوئی حل نہیں ہے:

طالبِ علمی ہی کے زمانے سے فضول خرچی کی عادتیں ڈال رکھی ہیں، آج کل

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

پڑھنے کے زمانے میں طلبہ کے پاس اتنے پیسے آتے ہیں کہ مدرس کی تنخواہ بھی اتنی نہیں ہوتی ہے۔ فارغ ہونے کے بعد عادتیں خراب ہونے کی یہی وجہ ہے۔ اب تک تو رشتہ دار یہ سمجھ کر کہ یہ علم دین حاصل کر رہا ہے پیسے بھیجتے رہتے تھے، اور یہ بھی جہاں سے حاصل ہونے کا امکان ہوتا خط لکھ کر کہ میں پڑھ رہا ہوں وغیرہ، حاصل کرنے کی کوشش کرتا اور منگوایا کرتا تھا۔ اب فراغت کے بعد کون ہاتھ پکڑے گا؟ کوئی نہیں۔ اس لیے اصل تو یہی ہے کہ طالبِ علمی کے زمانے ہی سے اپنا مزاج ایسا بنانا چاہیے کہ کسی سے سوال کی ضرورت نہ ہو، والدین جتنا دیں، اسی پر قناعت کرنے کی عادت ہونی چاہیے۔ بہر حال! آئندہ کسی سے قرض لینے کی نوبت نہ آوے، ورنہ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ایک جگہ پڑھانے کے لیے گئے، وہاں قرض لیا اور دیکھا کہ اب قرض ادا نہیں ہو رہا ہے، تو اس کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلے گئے، یہ تو کوئی حل نہیں ہے۔ ان کا مطالبہ تو پھر بھی باقی رہتا ہے اسی لیے مالیات کے اندر ہمارا معاملہ بالکل صاف ہونا چاہیے۔ مال کی حرص نہیں ہونی چاہیے۔ اور نہ ہی مالداروں کے پیچھے چلنا کہ یہ ضرورت کے موقع پر کام آئیں گے؛ بالکل درست نہیں۔

مالداروں سے تعلق کی بنیاد:

ایک تو ہے مالداروں کو دین سے قریب کرنے کے لیے ان سے محبت کا سلوک کرنا، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، شریعت نے منع نہیں کیا ہے۔ دوسرا ہے اپنی کسی لالچ یا غرض کو پورا کرنے کے لیے ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا؛ یہ خطرناک ہے اور بالکل غلط ہے۔ آج کل اکثر ایسا ہو گیا ہے کہ مالدار معمولی بھی کیوں نہ ہو ان کی کمائیاں مخدوش ہوتی ہیں، حرام کی کمائی ہوتی ہے، ان کو لے کر اہل علم گھومتے پھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

فلاں بھائی ہیں۔ ان کی ملاقاتیں کرائیں گے اور ان کی تعریفیں کریں گے، بعد میں پتہ چلتا ہے کہ اس کا مالی طور پر معاملہ بڑا خراب ہے، یہ ہمیں زیب نہیں دیتا ہے۔ ہمیں استغنا کے ساتھ اپنے علمی کام میں مشغول رہنا چاہیے۔

طلبہ کی خیر خواہی:

سبق کے درمیان طلبہ کی خیر خواہی کریں۔ الدین النصیحۃ کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ ان کی علمی و عملی خیر خواہی اور تربیت کی طرف بھی توجہ ہونی چاہیے۔ تدریس کے دوران تعلّی یعنی میرے جیسا کوئی پڑھاتا ہی نہیں، بہت بری چیز ہے۔ کون میرا مقابلہ کرسکتا ہے؟ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے اپنے منہ میاں مٹھو بننا؛ یہ تو خطرناک ہے۔ طلبہ آپ کے سامنے تو کچھ نہیں کہیں گے، لیکن بعد میں وہ اپنی مجلسوں کے اندر کھال ادھیڑتے ہیں، اس لیے اس سے اپنے آپ کو بچانے کی ضرورت ہے۔

تعبدی پہلو:

اپنا تعبدی پہلو مضبوط ہو۔ یعنی نماز باجماعت صفِ اوّل میں پڑھنے کا اہتمام، قرآن پاک کی تلاوت کا اہتمام، ذکر اللہ کا اہتمام، تہجد کا اہتمام اور اپنے آپ کو سنتوں کا پابند بنانے کا اہتمام ہونا چاہیے۔ ہمارے متبع سنت ہونے کی برکت سے دوسرے لوگ بھی دین پر چلنے کے لیے ہمارا ساتھ دیں گے۔ اس اعتبار سے ہمیں اپنا تعبّدی پہلو مضبوط رکھنا چاہیے۔ اگر ہمارے اندر جماعت سے نماز پڑھنے میں کوتاہی ہے، تو لوگ دیکھیں گے کہ مولوی صاحب فجر کی نماز میں نظر نہیں آتے، وہ نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں لیکن ہماری حاضری ضرور لیں گے۔ وہ سنت پڑھیں یا نہ پڑھیں لیکن دیکھیں گے مولوی صاحب آئے؟ انہوں نے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

سنت پڑھی یا نہیں پڑھی؟ وہ باقاعدہ نوٹ کرتے ہیں، آپس میں اس کا مذاکرہ کرتے ہیں۔ مفتیوں سے پوچھتے ہیں کہ ہمارے امام صاحب سنت مؤکدہ نہیں پڑھتے ہیں، ان کے پیچھے نماز کیسی ہے؟ مکروہ ہے یا نہیں؟ اس کی نوبت نہیں آنی چاہیے۔ یہ تو مثال کے طور پر کہہ رہا ہوں، ورنہ کوئی دیکھے یا نہ دیکھے، ہمیں تو اپنا کام اپنی ذمہ داری سے اور فرض منصبی سمجھتے ہوئے کرنا ہے۔

یہ ملازمت نہیں، خدمت ہے:

آج کل ذہن یہی بنتا جارہا ہے کہ یہ ملازمت برائے ملازمت ہے۔ ہمارے طالبِ علمی کے زمانے میں کبھی کسی مولوی کی زبان سے یہ نہیں نکلتا تھا کہ میں فلاں جگہ نوکری کرتا ہوں، کیسا ہی گیا گزرا کیوں نہ ہو، پوچھا جاتا کہ کیا کرتے ہو؟ تو کہتے: فلاں جگہ دین کی خدمت کرتا ہوں، اور آج کل کہتے ہیں کہ میں فلاں جگہ نوکری کرتا ہوں گویا ذہن ہی بدل گیا۔ تین گھنٹے تو گویا نوکری سمجھ کر کر رہے ہیں۔ نہیں بھائی! ہم تو دین کے سپاہی ہیں، چوبیس گھنٹے کی ہماری ڈیوٹی ہے، مدرسے کا وقت بھلے ہی تین گھنٹے کا ہو، لیکن ہمیں چوبیس گھنٹے اپنے آپ کو مشغول رکھنا ہے۔ بچے پڑھ کر جائیں تو بڑوں کی طرف توجہ دینی ہے، ان کو نماز، قرآن سکھانا ہے۔ اگر گاؤں میں کوئی معاشرتی خرابی ہے، مثلاً: لوگ نکاح میں رسوم کی پابندی کرتے ہیں، غم کے موقع پر بدعات وغیرہ کرتے ہیں، تو لوگوں کو ان سے بچنے کی تاکید کرنی ہے، اور سنت کی طرف متوجہ کرنا ہے۔ پورے گاؤں کی دینی ذمہ داری آپ کے سر پر ہے، اس کی طرف خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہماری خدمت مکتب تک محدود نہیں:

محض مکتب کی تعلیم پر اکتفا نہیں، بلکہ موقع بہ موقع اسلام پر اعتراضات کو میڈیا نے خاص طور پر اپنا مشن ہی بنا لیا ہے، شعائرِ اسلام کو اپنی تنقید کا نشانہ بناتے ہیں، لہٰذا اپنے بیانات میں وہ موضوع ہونے چاہییے جن سے لوگوں کو متوجہ کیا جائے۔ جمعہ کا بیان بھی لمبا چوڑا نہ ہو، بلکہ ۲۰ / یا ۳۰ / منٹ، اور اس میں بھی اہم اہم باتیں ہونی چاہیے، محض وقت گزاری کا مزاج نہیں ہونا چاہیے۔ ہر جمعہ کو الگ الگ موضوع پر اس طرح تیاری کر کے بیان کریں، جس سے لوگوں کو علمی فائدہ ہو، دین سے مناسبت پیدا ہو، تو اس سے لوگ جڑیں گے۔ یہ زمانہ تو علم کا زمانہ ہے، دنیوی اعتبار سے لوگ پڑھے لکھے اور واقف کار ہیں، عام طور پر اب جہالت رہی نہیں ہے۔ آپ جو دین کی باتیں پیش کریں گے، سمجھ داری کے ساتھ لوگ ان کو سنتے ہیں، اور اس کی وجہ سے آپ کی قدر و قیمت بھی ان کے دلوں میں پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے اس کا بھی خاص اہتمام ہونا چاہیے۔

اپنی حالت کی نگرانی:

اور خود جن کتابوں کا مطالعہ کریں ان کے متعلق پہلے معلوم کرلیں کہ ان کے مؤلف کون ہیں؟ ہمارے جن معروف اکابر کی کتابیں ہیں، ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر کوئی نئی کتاب آئی ہے تو اس کا مصنف کون ہے؟ اس کا حال کیا ہے؟ اس کے خیالات درست ہیں؟ کہیں بگڑے ہوئے تو نہیں ہیں؟ اگر بگڑے ہوئے ہیں، تو اپنے آپ کو ایسی کتابوں کے مطالعے سے دور رکھیں۔ یہی چیز آدمی کو گمراہ کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

کتابوں کی لائبریری:

جس گاؤں میں آپ پڑھاتے ہیں وہاں کے بچوں کو دینی مدرسوں میں لانے کا بھی اہتمام کریں، اس کی طرف بھی توجہ دیں اور گاؤں میں بھی باقاعدہ ایک دینی کتابوں کی لائبریری قائم ہونی چاہیے، جس میں لوگ آکر اپنے اپنے طور پر دینی کتابوں کا مطالعہ کرسکیں اس میں لوگوں کی علمی فہم کی سطح کے مطابق کتابیں لاکر رکھی جائیں، تو پڑھنے کا شوق بھی ہوگا اور دین سے واقفیت بھی ہوگی۔

قراءت مسنونہ کا اہتمام:

اگر امامت ہے تو اس میں بھی سنتوں کا اہتمام کریں، آج کل ہم جہاں جاتے ہیں تو لوگ نماز شروع کرتے ہی قراءت شروع ہی کردیتے ہیں، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ثنا، تعوذ اور تسمیہ نہیں پڑھی ہے، کوئی بدگمانی نہیں ہے، بلکہ جب اللہ اکبر کہتے ہی قراءت شروع کردیں گے، تو معلوم ہو ہی جاتا ہے۔ یہ غلط طریقہ ہے۔ قراءت بھی سنت ہو اور سنت قراءت کے بارے میں لوگوں کی ذہن سازی بھی ہونی چاہیے، کہ بھائیو! ہماری نمازیں اللہ کے یہاں اس وقت قبول ہوں گی، جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کے مطابق نماز پڑھیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح قراءت کرتے تھے، اس سے ان کو واقف کیا جائے کہ یہ مسنون قراءت ہے، جمعہ کی پہلی اور دوسری رکعت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلاں سورتیں پڑھتے تھے۔ جمعہ کے دن فجر کی پہلی رکعت میں سورۂ سجدہ اور دوسری رکعت میں سورۂ دہر پڑھتے تھے۔ اس طرح ان کا ذہن بنایا جائے۔ اس کے بعد آپ پڑھیں گے تو وہ بھی آپ کا ساتھ دیں گے۔ نہ اس بات کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے اور نہ ہی ان قراءات کا اہتمام کیا جاتا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ہے۔نتیجہ یہ ہے کہ لوگوں میں ناواقفیت عام ہوگئی،کوئی بے چارہ سنت کے مطابق پڑھ بھی لیتا ہے تو لوگ اسی کونشانۂ تنقید بناتے ہیں۔یہاں (مدرسے میں) جس طرح آپ کو باقاعدہ مشق کرائی گئی ہے،اسی طرح سنت کے مطابق آپ کی امامت ہونی چاہیے۔

دینی شعبوں سے تعلق:

اگر کسی گاؤں میں رہیں تو دعوت وتبلیغ کے سلسلے سے بھی جڑے رہیں،کتابی تعلیم ایک عامی آدمی پڑھے اس کے بہ جائے آپ کے ہاتھ میں ہونی چاہیے۔بہرحال!کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اپنے علمی وقار کو باقی رکھتے ہوئے آپ دینی خدمات انجام دیں۔اس طرح اگرآپ کریں گے تواللہ تعالیٰ ان شاءاللہ اپنے دین کی خدمت کے لیے آپ کومنتخب کریں گے، اورآپ کی ذات سے اللہ کے بندوں کو فائدہ پہنچے گا۔اورہمیں زندگی میں بھی دعاؤں میں یاد رکھیں اور جب دنیا سے رخصت ہونے کی خبرسنیں،تو مرنے کے بعدبھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کوجزائے خیرعطافرمائے۔آمین۔

اپنے من میں ڈوب کے پاجاسراغِ زندگی	تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

ما	نصیحت	بہ	جائے	خود	کردیم
روزگارے		دریں	بسر	بردیم
گرنیاید	بہ	گوشِ	رغبتِ	کس
بر	رسولاں	بلاغ	باشد	و بس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

مصادر ومراجع

نمبر شمار	اسمائے کتب	طبع
۱	أبجد العلوم	دار ابن حزم، بیروت
۲	الآثار لأبي يوسف	دار الكتب العلمية، بيروت
۳	امداد المشتاق	اسلامی کتب خانہ، لاہور
۴	أيها الولد	دار البشائر للإسلامية
۵	تذکرۂ اکابرِ گنگوہ	مکتبہ شریفیہ، گنگوہ
۶	الترغيب والترهيب للمنذري	دار الكتب العلمية، بيروت
۷	تفسير الخازن	دار الكتب العلمية، بيروت
۸	تفسير الشافعي	دار التدمرية، السعودية
۹	حلية الأولياء لأبي نعيم	السعادة بجوار محافظة مصر
۱۰	الدر المنثور للسيوطي	دار الفكر، بيروت
۱۱	الدعاء للطبراني	دار الكتب العلمية، بيروت
۱۲	الديباج للختلي	دار البشائر
۱۳	الزهد الكبير للبيهقي	مؤسسة الكتب الثقافية، بيروت
۱۴	الزهد والرقائق لابن المبارك	دار الكتب العلمية، بيروت
۱۵	الزهد والرقائق للخطيب	دار البشائر الإسلامية
۱۶	سنن ابن ماجه	دار إحياء الكتب العربية، مصر
۱۷	سنن أبي داود	المكتبة العصرية، بيروت
۱۸	سنن الترمذي	دار الغرب الإسلامي، بيروت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

۱۹	السنن الكبریٰ للبيهقي	دار الكتب العلمية، بيروت
۲۰	السنن الكبریٰ للنسائي	مؤسسة الرسالة
۲۱	سنن النسائي (الصغریٰ)	مكتبة المطبوعات الإسلامية، حلب
۲۲	شعب الإيمان للبيهقي	مكتبة الرشد، ممباي، الهند
۲۳	الشمائل المحمدية للترمذي	المكتبة التجارية، مكة المكرمة
۲۴	شمائم امدادیہ	قومی پریس، لکھنؤ
۲۵	صحيح ابن حبان	مؤسسة الرسالة
۲۶	صحيح ابن خزيمة	المكتب الإصلاحي
۲۷	صحيح البخاري	دار طوق النجاة
۲۸	صحيح مسلم	دار إحياء التراث العربي، بيروت
۲۹	كشف الظنون لحاجي خليفة	مكتبة المثنىٰ، بغداد
۳۰	گلستانِ سعدی	مطبعِ نامی کریمی، ممبئ
۳۱	المجالسة وجواهر العلم للدينوري	جمعية التربية الإسلامية، البحرين
۳۲	المستدرك للحاكم	دار الكتب العلمية، بيروت
۳۳	مسند أبي حنيفة (رواية أبي نعيم)	مكتبة الكوثر، الرياض
۳۴	مسند أحمد	مؤسسة الرسالة
۳۵	مسند البزار	مكتبة العلوم والحكم، المدينة المنورة
۳۶	المعجم الأوسط للطبراني	دار الحرمين، القاهرة
۳۷	المعجم الكبير للطبراني	مكتبة ابن تيمية، القاهرة
۳۸	ہندوستان میں مسلمانوں کا نظامِ تعلیم وتربیت	ندوۃ المصنفین، دہلی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/

ادارے کی دیگر مطبوعات

نمبر شمار	اسماء کتب
۱	جدید معاملات کے شرعی احکام
۲	بہار نبوت (اول) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ نمبر (انٹرنیٹ پر دستیاب ہے)
۳	بہار نبوت (ثانی) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ نمبر
۴	برما اور عالمی حالات اپنا طرز زندگی درست کیجیے (اردو، گجراتی)
۵	آیئے! نماز صحیح کریں (گجراتی، اردو)
۶	علمی وعرفانی شہ پارے
۷	چراغِ سہارنپور
۸	دعا ایسے مانگیں (گجراتی، اردو)
۹	آسان درس قرآن (سورۂ فاتحہ)
۱۰	آسان درس قرآن (معوذتین تا سورۂ کافرون)
۱۱	بیعت ہونے والوں کو ہدایات
۱۲	القول المبین في ذکر المجاز والمجیزین
۱۳	آسان درس قرآن (جلد اول) (سورۂ فاتحہ اور سورۂ ناس تا قدر)
۱۴	مفتیانِ کرام سے رہنما خطاب
۱۵	نصیحت گوش کن جاناں......

DARUL HAMD RESEARCH INSTITUTE

SODAGARWADA, SURAT, GUJARAT (INDIA) +91 9173103824

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/